نقیبی اِقتباساتِ سماعت
حضرت خواجہ صاحبِ نقیب
فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب
قادری سہروردی ابوالعلائی نقشبندی محمدی چشتی صابری نظامی جہانگیری

محتاجِ کرم :

صوفی لعل محمدؒ شاہ

حیدرآباد ۔

دفعہ : یکم]　　　سال : ۱۹۹۰ء　　　[تعداد دو ہزار

ناشر :

صوفی لعل محمد شاہ حیدرآباد (سندھ)

قیمت :

مطبع : حیدرآباد پرنٹنگ پریس، حیدرآباد سندھ ۔

فہرست

ھوالنقیب

زبادشاہ وگدا فارغم بحمداللہ
گدائے خاکِ درِ دوست بادشاہِ من است

میں اپنی مخلصانہ ارادت وعقیدت مندی کی بناء پر خدام
آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف کی خدمت میں باامید
مقبولیت پیش کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محتاج کرم

صوفی لعل محمد شاہ
حیدرآباد (سندھ)
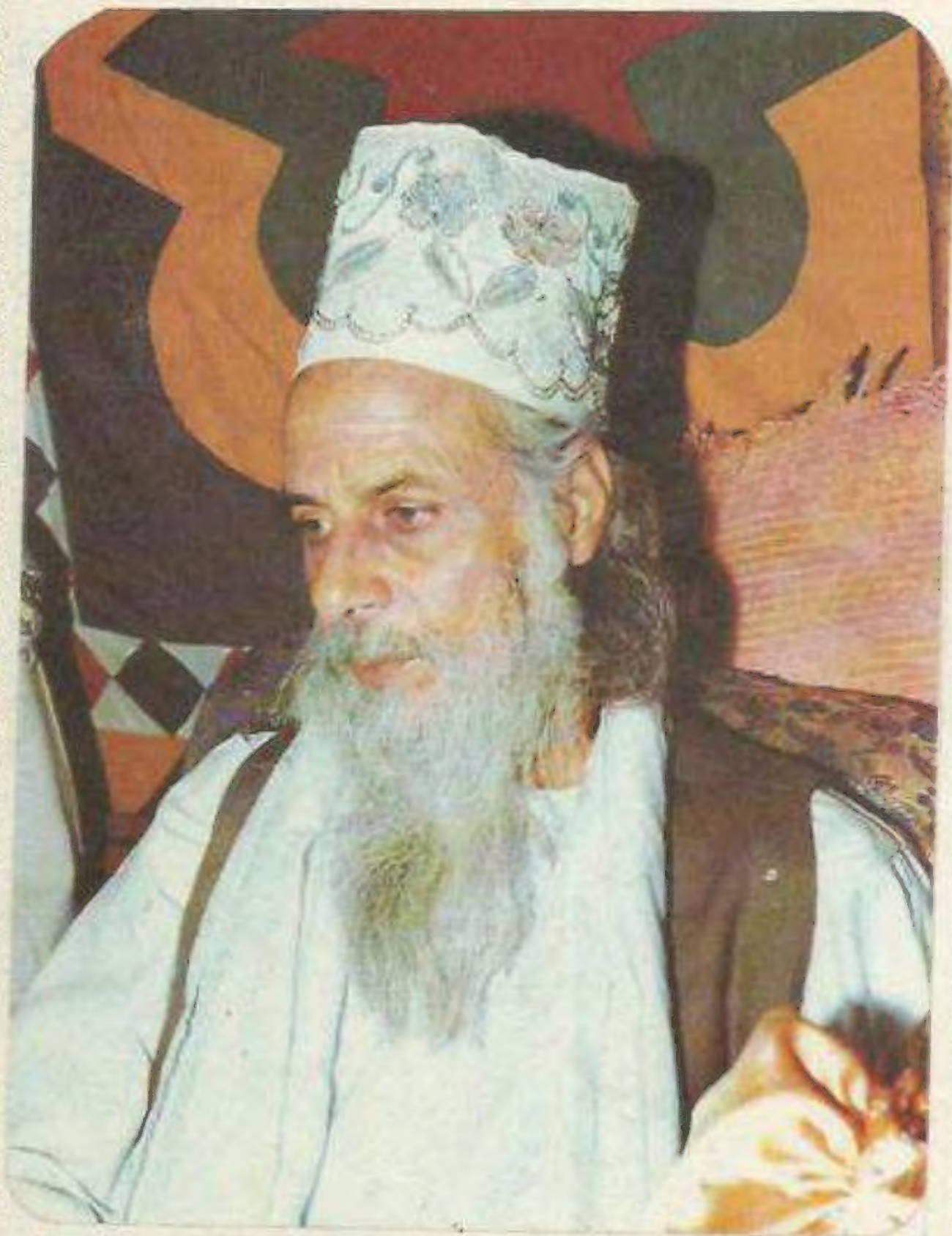
صوفی لعل محمد شاہ

تا حکم سماع را بدانی در حال
در حرمت و حل اگر سخن گفت جمال
ارباب نفوس را حرام است حرام
ارباب قلوب را حلال است حلال

سجا کر حسرت دل کو کسی چشم تماشا میں
چلا ہوں بارگاہ عشق میں لے کر یہ نذرانہ
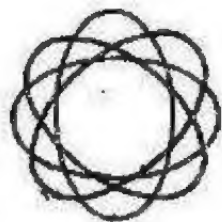
بندۂ پروردگارم امّتِ احمدؐ نبی

دوست دارِ چار یارمؓ تا به اولادِ علیؓ

مذهبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرت خلیلؑ

خاک پائے غوث الاعظمؓ زیرِ سایہ ہر ولی
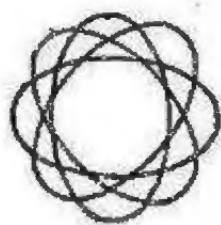
چوں بدیدم ذات حق اندر وجود
بر در پیر مغاں کردم سجود

در حضور دوست ہر جانب نظر کردن خطاست
یک زماں حاضر نشیں اے دل کہ جاناں حاضر است

اس جہاں میں ہو گیا دیدارِ حق جس کو نصیب
اس سے پوچھے جا کے کوئی کیا ہے صورت پیر کی

مجاز عین حقیقت ہے باصفا کے لئے
بتوں کو دیکھ رہا ہوں فقط خدا کے لئے

غزل

دردِ دل حد سے جو گذر اگیا تو مسیحا نکلا
مری صورت میں تیرے حسن کا پردہ نکلا

دیکھ کر تجھ کو فرشتوں نے پڑھا کلمۂ حق
جذبۂ عشق کا انجام یہ کیا نکلا

عشق کامل سے مٹی رنگِ دوئی کی حجت
میرے نقشے میں میرے یار کا نقشہ نکلا

حرم و دیر میں جا کر بھی تسلی نہ ہوئی
ہم جسے جلوہ سمجھتے تھے وہ پردہ نکلا

مٹ گئی دل سے طلب کعبہ و بت خانے کی
مری منزل جو تیرا نقشِ کفِ پا نکلا

اے فنا اب نہ کنارہ ہے نہ کشتی ہے نہ موج
میں کہاں غرق ہوا اور کہاں جا کے نکلا

غمِ عاشقی کہاں تھا بھلا آدمی سے پہلے
نہ جلا چراغِ الفت تیری دوستی سے پہلے

انہیں بے حجاب دیکھوں، یہی آرزو ہے یارب
کہیں دم نکل نہ جائے میرا اس خوشی سے پہلے

نہ جبیں جھکی ہے میری کسی غیر در پہ ابتک
نہ کیا کسی کو سجدہ تیری بندگی سے پہلے

میں چلوں گا ساتھ لیکن اے اجل ذرا ٹھہر جا
گلے مل کے صرف رو لوں ذرا زندگی سے پہلے

اے جنوں تو کام آیا مری زندگی میں ورنہ
مجھے کون جانتا تھا تیری دوستی سے پہلے

میں تجھی سے پوچھتا ہوں اے ابرار یہ بتا دے
کہاں رسمِ بندگی تھی بھلا آدمی سے پہلے

سن ری پگلی موند نہ آنکھیں سمے گذرتا جائے
یہ دنیا دو چار دنوں کی انت کوئی نہ پائے
دولت دنیا روپ جوانی ڈھلتے پڑھتے سائے
شاہ حسین اب کیوں نہ بیچارا اللہ کے گن گائے

ان نینوں کی بات میں آگئے اب کیا حال سنائیں
سکھیو پاک نگاہوں والے کبھی نہ ٹھوکر کھائیں
کالے کاگ سفید نہ ہوں گو لاکھ وہ رنگ چڑھائیں
شاہ حسین شہادت انکی جو پیار میں مرجائیں

جس کو عاشق بننا ہے بس وہی عشق رچائے
عشق کا رستہ سوئی کا ناکا دھاگہ ہو تو جائے
ظاہر پاک اندر آلودہ زاہد کیا کہلائے
کہے حسین جو صاف رکھے دل عزت اسکو مل جائے

اے من سوتے سوتے ساری بیت گئی ہے رات
دم کا کوئی بھروسہ ناہیں یہ ہے مسافر ذات
بچھڑے تن من ملیں کبھی نا جیسے سوکھے پات
کہے حسین فقیر بچارا دیکھ ہوئی پربھات

نیاز مند صوفی لعل محمد شاہ

حال مقیم ہ پاکستانی چوک پھلیلی روڈ حیدر آباد سندھ سے نہایت دلی ارادات کیساتھ سرکار عالی اقتدار قطب وقت پشت پناہ بے کساں فیض بخش ہر کس و ناکس سرچشمہ ہدایت خورشید حقیقت صاحب رشد و صاحب ارشاد انوار امامت سے منور روح کی روشنی کو باقی رکھنے والے حضرت خواجہ خواجگان فقیر حاجی صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب سراج الاولیاء حیاتہ کا ادنیٰ مرید اور خلیفہ ہوں۔

میں صوفی لعل محمد شاہ نے ۱۹۵۳ء میں حضرت کے دست اقدس پر توبہ کی تھی۔ اس وقت میں کوئٹہ بلوچستان بلوچ رجمنٹل سینٹر فوج میں ملازم تھا۔ اور حضرت اعلیٰ مقام E-M-E (ای-ایم-ای) سینٹر میں ملازم تھے اس عرصے میں حضرت کی قدم بوسیوں کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

مجھ جیسا کم علم اور کم عقل ہوتے ہوئے اتنی بڑی شخصیت کے متعلق ایک فقرہ بھی تحریر کرنے کے قابل نہ ہوتے ہوئے چند احباب کے اصرار پر اپنی تہی دستی اور کم علمی اور بے استطاعتی کے باوجود حضرت صوفی نور محمد شاہ صاحب چک نمبر 100/P تحصیل و ضلع رحیم یار خان اور صوفی سید نیاز حسین شاہ صاحب کوٹلہ وارث شاہ نزد نشتر کالج تحصیل و ضلع ملتان کے فرمان کے مطابق حضرت ممدوح الصدر کے عنایات اور محفل سماع میں ارشادات ہوتے ہیں ان کو اور قرآن پاک و حدیث پاک کے حوالے سے تحریر میں لاؤں۔

حضرت کے مریدوں کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت اس وقت گشت جہانیاں ہیں پاکستان میں شاید ہی کوئی جگہ خالی ہو جہاں حضرت کے مرید نہ ہوں۔ اسی طرح برطانیہ امریکہ، فرانس، جرمنی، ناروے، سعودی عرب، ابوظہبی، مسقط، بنگلہ دیش، بھارت اور آزاد کشمیر جہاں حضرت تشریف لے جاتے ہیں۔ اپنے فکر و عمل سے لاکھوں بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت کے راستے پر لا رہے ہیں۔

صوفی لعل محمد شاہ

آپ کی روحانی سلطنت کا یہ اشارہ جو ہم سب کی آرزوؤں کا محور ہے۔ ہم سب کی تمناؤوں کو پورا کرنے والے آپ ہیں آپ کی سلطنت کو زوال نہیں۔ آپ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ہم سب کو آپ نے رنگ، نسل، ذات برادری زبان تہذیب کے تعصب سے اونچا اُٹھا کر ایک لڑی میں پرو دیا ہوا ہے۔

اور سب سے محبت کا درس عطا فرما رہے ہیں آپ کی جود و سخا کا یہ عالم ہے کہ کبھی کسی سائل کو در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی ہر طرح سے امداد فرماتے ہیں۔ بیواؤں و یتیموں کی خبرگیری کرتے ہیں۔

جس طرح حیدر آباد سندھ میں آمنہ شمیم جو کہ حضرت کی مریدہ ہیں۔ بیوہ ہونے کے بعد ہر طرح کی خبرگیری فرماتے ہیں۔

اسی طرح مجھے بھی سہارہ دے کر موضع تراٹی تحصیل گجرخان ضلع راولپنڈی سے شادی کروائی تھی۔ جو آج تک قائم ہے۔

اسی طرح بہت سے سلسلۂ عالیہ کے مایوس لوگوں کو کثیر رقم نقد عطا فرما کر ان کی لڑکیوں کی شادیاں کروائیں۔ اور فیوض ظاہری و روحانی کی پیہم بارش ہوتی چلی آرہی ہے۔

حضرت پنجاب، سرحد، آزاد کشمیر جہاں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے۔ دُور دُور سے مرید محفل پاک میں شریک ہونے اور فیض روحانی حاصل کرنے کیلئے جوق در جوق چلے آتے ہیں ان محفلوں میں صوفی محمد طفیل قوال جو کہ قصور شریف کا رہنے والا ہے۔ اور حضرت کا مرید بھی ہے شرع کا پابند بھی ہے۔ مع اپنی پارٹی کے باوضو ہو کر عشاء کی نماز کے بعد وقتِ مقررہ پر حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہے۔

حضرت سے اجازت طلب کرنے کے بعد حمد و نعت و غزل سنانی شروع کرتا ہے تو حضرت اپنا سر مبارک چھاتی پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے دل میں نورِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس کی شعاعیں جن جن پر پڑتی ہیں وہ سرور مستی

الستی میں وجد کرتے ہیں۔ ہر ایک وجد کرنے والے پر فیض روحانی جاری ہوتا ہے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق حضرت بہ کثرت نے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ یہی کیفیت محفل کے شروع ہونے سے قلوب ذاکرین پر انوار اور تجلیات کا نزول محفل کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔ اور جو لوگ دردِ ذوق آشنائے کیف وحال سے واقف نہیں ہوتے وہ بھی رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ منکرین و مخالفین و فاسد المزاج بھی سرشار بادۂ الست ہو کر اس محفل مبارک سے نکلتے ہیں۔ جب بھی حضرت کے مرتبے کے مطابق قوال شعر پڑھتا ہے تو حضرت کا بایاں دست مبارک حضرت کے دل پر آنکھوں سے نور کی بارش دایاں دستِ مبارک اشاروں سے مخلوقِ خدا کو فیض عطا کرتا ہے اس وقت محفل میں ایک ہنگامہ ایک حشر بپا ہو جاتا ہے۔ آہ وزاری دلوں پہ ہاتھ رکھے مریدین ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں جگہ تنگ کر دیتے ہیں۔ جس سے قوال حضرت کی نگاہ پاک سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت بار بار پیچھے ہٹنے کا اشارہ فرماتے ہیں جس سے حضرت کبھی کبھی رنجیدہ بھی ہو جاتے ہیں۔

صاحب وجد وحال حضرات کو چاہیئے کہ حضرت کے اشاروں پر عمل کیا جائے۔

حضرت جب سندھ میں رونق افروز ہوتے ہیں تو حیدرآباد پاکستانی چوک پھلیلی روڈ آستانہ عالیہ صوفی لعل محمد شاہ صاحب۔

جو کہ حضرت کے حکم کے مطابق سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کا درس دیتے ہیں ان کے حجرے میں حضرت تشریف فرماتے ہیں۔ اور محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس میں محمد نفیس قوال مع پارٹی کے باوضو ہو کر حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہے۔

حیدرآباد، گرد و نواح میں میرپور خاص، ٹھپرد، عمرکوٹ، ماتلی۔ بدین۔ ٹنڈو محمد خان جہاں بھی حضرت تشریف لے جاتے ہیں۔ محمد نفیس قوال مع پارٹی کے

حضرت خواجہ حاجی فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب

ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفی لعل محمد شاہ
خود خدمت کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور فیضِ روحانی حاصل کرتے رہتے ہیں۔
حضرت کے ارشاد کے مطابق بعد نماز عشاء وقت مقررہ پر محمد نفیس قوال مع پارٹی کے اپنی سُریلی آواز میں حضرت سے اجازت طلب کرکے حمد و نعت اور غزل پیش کرتا ہے۔ جہاں ہزاروں عقیدت مند مسّرت سے ہزاروں روپے حضرت کے دستِ پاک پر نچھاور کرتے ہیں۔ اور فیض روحانی وجد و کیف کی صورت میں حاصل کرتے ہیں۔

جو روپیہ حضرت کے دستِ پاک سے لگ گیا وہ تبرک ہو جاتا ہے اس تبرک کو قوالوں کی طرف پھینکنا جائز نہیں ہے بلکہ احترام سے قوالوں کو پیش کریں حضرت کی طرف سے دو دو تین تین آدمی اکٹھے ہو کر روپیہ پیش کرنیکی ممانعت ہے
محفل سماع کے دوران وجد و کیف کرنے والے کا احترام بھی لازمی ہے اور اس کو سنبھالنا بھی ضروری ہے وجد و کیف کرتے والے کو پکڑنے والوں کا دھیان صاحب مسند کی طرف ہونا چاہیئے تاکہ جس وقت صاحب مسند پکڑنے کا اشارہ دے اس وقت صاحب حال کو پکڑا جائے بغیر صاحب مسند کے اشارے کے صاحب حال کو پکڑنا جائیز نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب حال کا حال صاحبِ مسند ہی جانتا ہے۔ اگر صاحب مسند مراقبہ میں ہو تو وہاں موجود سینئر صوفی سے رجوع کریں۔

تحصیل مالی میں مُتعدد ہندو مذہب کے لوگ حضرت کے روبرو مشرف بہ اسلام ہوئے اور دست اقدس پر توبہ کی۔ آج ان میں سے کئی حافظِ قرآن ہیں اور کئی مولوی ہیں۔

اسی طرح جب حضرت کراچی تشریف لے جاتے ہیں گاندھی گارڈن کے قریب ندی کے ساتھ حضرت نے اپنے دستِ پاک سے آستانہ تعمیر کروایا ہوا ہے۔ اس وقت وہاں حضرت کے ارشاد کے مطابق صوفی محمد نذیر شاہ

صاحب جو کہ ضلع جہلم کے رہنے والے ہیں۔ سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ کا درس دے رہے ہیں۔ اور ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اولیائے عظّام کے طریقے پر لا رہے ہیں۔ کراچی آستانہ کے ساتھ حضرت کا حجرۂ شریف علیحدہ ہے۔ جس سے فیض روحانی جاری وساری رہتا ہے۔

حضرت کے ارشاد کے مطابق امان اللہ نظامی قوال جو کہ کراچی ہی میں رہتا ہے۔ قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ آستانہ عالیہ میں مریدین کی کثیر تعداد جمع ہو جاتی ہے۔ بعد نماز عشاء وقت مقررہ پر محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے۔ تو امان اللہ نظامی قوال مع پارٹی کے باوضو ہو کر حمد، نعت اور غزل سرائی کرتا ہے اس کے بعد فنا بلند پوری کی غزلیں بھی پیش کرتا ہے۔ جس سے مریدین ذوق عشق و مستی میں فیض روحانی لوٹتے ہیں۔ کراچی میں جہاں جہاں حضرت کے مریدین ہیں حضرت کے ارشاد کے مطابق محفل سماع ہوتی ہے۔ اور مریدین جوق در جوق محبت الٰہی میں بندھے ہوئے قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے دور دور سے ملازم پیشہ عقیدت مند ظاہری و روحانی فیض حاصل کرنے چلے آتے ہیں اور فجر کی نماز کے بعد ملازم پیشہ عقیدت مند اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔

جب تک حضرت کا قیام کراچی رہتا ہے روزانہ کثیر تعداد میں بعد نماز مغرب مریدین آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور بعد نمازِ فجر تک ظاہری و روحانی فیض حاصل کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ظاہری علاج معالجہ بھی فرماتے ہیں اور تعویز بھی دیتے ہیں جبکا کوئی ہدیہ نہیں لیتے۔

حضرت کے علاج معالجے سے ہزاروں مایوس بے اولاد لوگوں کو اولاد نصیب ہوئی ہیں۔ اور ہزاروں بے کس لاعلاج لوگوں کے علاج ہوئے ہیں۔ اور ان کی زندگیاں پُر مسرت طریقے سے گذر رہی ہیں اس کا ثبوت دینے کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔

کراچی سے واپسی پر حضرت نے کئی مرتبہ بائی روڈ حیدرآباد، نواب شاہ، سکھر، مارو ہاڑی، گھوٹکی، رحیم یار خان خان پور، بھاولپور، شجاع آباد، ملتان، خانیوال، ساہیوال، دیپالپور سے ہوتے ہوئے مخلوق خدا کو فیض بخشتے ہوئے آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف تحصیل و ضلع قصور شریف رونق افروز ہوتے ہیں۔

اور سالانہ عرس پاک ۱۰-۱۱-۱۲ ذیقعد حضرت شاہ مخلص الرحمان جہانگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنکا مزار اقدس بنگلہ دیش چٹاگام مزار کھیل ہے بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں جس میں شرکت کے لئے پورے پاکستان۔ بھارت۔ بنگلہ دیش۔ برطانیہ وغیرہ سے مریدین ہزاروں کی تعداد میں آتے ہیں اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ظاہری و روحانی فیض و برکات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس عرس پاک کا منظر بھی قابل دید ہوتا ہے۔

اب میں صوفی لعل محمد شاہ خلیفہ حضرت خواجہ خواجگان فقیر حاجی صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب سرتاج اولیا۔ قادری۔ سہروردی ابوالعلائی نقشبندی مجددی۔ چشتی۔ صابری نظامی کے اقوال زریں جو کہ قدم بوسیاں کے شرف حاصل کرنے کے بعد حضرت کی زبان مبارک سے ان گنہگار کانوں سے سنے تحریر میں لاؤں یہ توفیق بھی سرکار عالی مقام نے عطا فرمائی ہے ورنہ میں اس قابل نہیں ہوں۔

سرکار شریعت کے حکام کی پابندی خود بھی کرتے اور حکم بھی صادر فرماتے۔

۱ باوضو رہنا نہایت ہی اولیٰ ہے۔

۲ نماز باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔ نماز جمعہ قضا نہ کرو۔

۳ زندگی سراپا بندگی ہے۔ یہ کہ کھاتے۔ پیتے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے غرضیکہ زندگی کے ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔

۴ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اور جیسی نیت ویسی ہی مراد ملتی ہے۔

۵ اپنا بوجھ مریدوں یا خلقت پر نہ ڈال کم ہو یا زیادہ خود محنت کر اور مخلوق خدا کی خدمت کر اس میں عظمت ہے۔

۶ بھیڑیا اُس بکری کو کھا جاتا ہے۔ جو ریوڑ سے بچھڑ جاتی ہے اسی طرح جو مرید پیر سے دور ہو گیا اس کو شیطان کھا گیا۔

عقل عیّار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ مُلا ہے نہ زاہد نہ حکیم

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری
اقبالؒ

۷ فرمانبرداری ظاہری اور باطنی رابطہ رکھنا۔
جس قدر پیر کی گرفت مضبوط ہو گی اُسی قدر فائدہ ہو گا۔

۸ فضول کاموں اور باتوں کو چھوڑ دینا نہایت ضروری ہے۔

۹ کم بولنا اور کم کھانا۔ جس نے خاموشی اختیار کی اس نے خدا کی راہ پائی۔

۱۰ رات دن روزی کے دھندے میں پھرنا۔ کُتے اور بلّی کا بھی یہی کام ہے (ہما) اپنی کم خوری کے سبب دنیا میں عزیز ہے (کوا) چونکہ پیٹو ہے اس واسطے ذلیل و خوار ہے۔

۱۱ جو شخص تھوڑے پر راضی ہو گیا وہ سیر ہو گیا جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی محبت دل

میں جاگزین کر۔ تاکہ دل حرص و ہوس سے پاک ہو۔ اس راہ میں تقویٰ کے سوا اور کوئی سفر سامان نہیں۔ نان اور حلوے کو کونے میں رکھ دے۔ نان اور حلوہ کیا ہے۔ یہ تیرا مال جان تیرا باغ باغیچہ دبدبہ اور اقبال ہے۔ بچے اور عورت گردن میں طوق کی طرح پڑے ہیں۔ یہ لمبی چوڑی خواہش اور نفس کا غرور اور بے عمل علم تمام کوششیں جو روزی کے واسطے کرتا ہے۔ روزی کی خاطر کب تک فلاں فلاں کا احسان اٹھائے گا۔ کبھی یہ نہیں سنا کہ رازق رزق عطا کرتا ہے۔ صبر کے گوشے میں قناعت کا پیشہ اختیار کر تاکہ صبر کے کونے میں خزانہ مل جائے اور روزی کی کمی نہ ہو۔

۱۲ مرشد کامل کے بغیر خواب غفلت سے جاگنا محال ہے۔ اگر بیدار ہے تو جاگ اُس معشوقِ حقیقی کی طلب میں لگا رہ اور اُس کی محبت میں زار و قطار رو اور سب سے بیزار ہو جا۔ سب کے پاس اُس کے بغیر نہ جا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کہنہ کا انتہا نہیں۔ پس طلب کی بھی کوئی انتہا نہیں غفلت کو دور کرنے کیلئے طریقت کے مشائخ قدس اللہ سرہٗ نے سب ذکروں میں سے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا ذکر اختیار کیا ہے تاکہ سالک دل کو بُرے خیالات سے ہٹالے اور دل کی توجہ سے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کے کلمہ کو بار بار ہر سانس میں کہے اس کو پاس انفاس کہتے ہیں ایک دم بھی غفلت میں نہ جائے اگر تو حضوری دولت چاہتا ہے تو لحظہ بہ لحظہ ذکر سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اگر تو پاس انفاس کا خیال رکھے گا۔ تو اس خیال کی بدولت تجھے بادشاہی ملے گی۔ ذکر پاس انفاس بے بہا خزانہ ہے۔ جس کو تو ضایع کر رہا ہے۔

ذکر کے سامنے باقی سب اشیاء خاموش ہو جاتی ہیں۔

۱۳ اے عزیز فقیر میں شریعت ہے طریقت ہے اور حقیقت ہے
شریعت ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمائی ہوئی باتیں ہیں۔
اور طریقت ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بذات خاص عمل میں
لائی ہوئی باتیں ہیں۔
اور حقیقت ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے۔
جس شخص کا عمل ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر ہے
وہ اہل شریعت ہے۔
اور جو شخص وہی کرتا ہے جو ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا وہ
اہل طریقت ہے۔
اور جو شخص وہی اسرار ربانی دیکھتا ہے جو ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم
نے دیکھے ہیں وہ اہل حقیقت ہیں پس جس میں تینوں پائی جاتی ہیں وہ تینوں کا
مالک ہے۔ اور جس میں دو پائی جائیں وہ دو کا مالک ہے اور جس میں
ایک پائی جائے وہ ایک کا مالک ہے
اور جس میں ایک بھی نہ ہو وہ ایک کا بھی مالک نہیں۔
جس میں تینوں ہیں وہ کامل ہے اور جس میں دو ہے وہ متوسط ہے اور
جس میں ایک ہے وہ مبتدی ہے۔ جس میں ایک بھی نہیں وہ ناقص ہے جو
چوپائے میں شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ مویشی اور چوپائے جانوروں کی طرح
ہیں۔ بلکہ از روح راہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور وہ ہی لوگ غافل
ہیں۔

۱۴ اگر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنی چاہتے ہو تو ہمیشہ رہنے والی دولت یاد الٰہی
کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب یاد الٰہی دل میں پورے طور پر تسلط کر لیتی
ہے تو دل پر قابض ہو جاتی ہے تو ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ چاہے یا
نہ چاہے ذکر سے باز نہیں رہتا اور دل پر جو کچھ اثر ہوتا ہے اس کو ذکر

کے سوا کسی اور چیز میں لذت نہیں آتی یہ کمال سعادت ہے اور اگر یہ میسّر نہ ہو تو ذکر میں مشغول رہنا اور اپنے پیر پر اعتقاد و اعتبار کرنا رابطہ پیدا کرنا ضروری ہے۔ اپنی خواہشات کو پیر کی خواہشوں میں گم کرنے سے وہ لگاؤ حاصل ہو جاتا ہے پس اُس چیز سے منہ پھیر لے جو تجھے یادِ الٰہی سے ہٹائے۔ پھر عمل کرنا عین سعادت ہے۔

پیر کی صحبت پر عمل سے بہتر ہے پیر سے مل کر بیٹھنا ہر عمل میں شامل ہے۔ پیر تیرے لیے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ اسواسطے کہ ہر کام میں وہ تیری پناہ ہے۔ تو ایک دل ہو ایک کی تلاش کر ایک کو حاصل کر اور ایک دروازہ کھٹکا اور ایک ہی پیر کے در پہ رہ اور ایک ہی کو دیکھ سب کو ایک جان اور ایک کو سب خیال کر دیکھ اور پہچان اور اس پر یقین کر جب یقین درست ہو گیا دوئی اُٹھ گئی اور پردہ بھی جاتا رہا تب واصل ہو گیا۔

جب واصل ہو گیا خواہ کتنا ہی اپنی طرف دیکھے یا دوسروں کی طرف دیکھے خدا کے سوا تجھے کچھ دکھائی نہ دے گا کیونکہ ھو الاول ھوالآخر ھوالظاہر ھو الباطن خدا ہی تو ہے۔

اب میں مخالفینِ سماعات کے واسطے قرآن پاک و حدیث پاک اور پیرانِ عظام کے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت خواجہ خورجگان فقیر صوفی حاجی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب۔ قادری سہروردی۔ ابو العلائی۔ نقشبندی مجددی۔ چشتی نظامی۔ صابری جہانگری کے خلفاء کی تعداد بہت ہے۔ ان میں سے جو دینِ متین کی خدمت کرتے ہیں اور ہزاروں بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لا کر دلوں کو ذکر کے نور سے منور کرتے ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اگر کسی صوفی صاحب کا نام رہ گیا جو کہ سلسلہ عالیہ کا کام کرتا ہے تو اطلاع کریں شکریہ۔

صوفی فضل حسین شاہ صاحب مرحوم ۔ بھوں چکوال

صوفی ولایت شاہ صاحب مرحوم چنام ۔ کہوٹہ راولپنڈی
صوفی لعل حسین شاہ صاحب مرحوم رکھوڑی اٹک
صوفی محمد نواز شاہ صاحب ۔ میرپور آزاد کشمیر
صوفی عبدالرحمان شاہ صاحب میہ کسوال ۔ گوجر خان راولپنڈی
صوفی محمد ایوب شاہ صاحب میہ کسوال گوجر خان راولپنڈی
صوفی محمد شبیر شاہ صاحب سمن میر بھائی پھیرو لاہور
صوفی محمد صادق شاہ صاحب مرحوم لاہور
صوفی خادم حسین شاہ صاحب باغ آزاد کشمیر
صوفی محمد حفیظ اللہ شاہ صاحب B C چوک ملتان شریف
صوفی شبیر حسن شاہ صاحب بشیر احمد عظمت پورہ لاہور
صوفی مہتاب شاہ صاحب ہری پور چمک میرا ہزارہ عمر شاہ
صوفی محمد شاہ صاحب ہری پور چمک میرا ہزارہ
صوفی محمد فاضل شاہ صاحب کھٹے پور میرپور آزاد کشمیر
صوفی جمشید شاہ صاحب مرحوم کراچی ۔
صوفی انور شاہ صاحب کوٹ وارث شیخوپورا ۔
سید صوفی نیاز حسین شاہ صاحب کوٹ وارث شاہ ملتان
صوفی محمد اسلم شاہ
صوفی عبدالرحمان شاہ صاحب مظفرآباد آزاد کشمیر
صوفی محمد عنایت شاہ صاحب پنڈ سوکا جہلم
صوفی شیرین گل شاہ ہابیرہ آباد کرک
صوفی سمیع اللہ شاہ صاحب سوات

صوفی آفتاب شاہ صاحب راولپنڈی
صوفی محمد حیات شاہ صاحب کوہاٹ
صوفی غلام سرور شاہ راولا کوٹ آزاد کشمیر
صوفی دلدار شاہ صاحب کوہاٹ
صوفی حافظ تاج محمد شاہ صاحب کھوڑی خوشاب
صوفی محمد ایوب شاہ صاحب ایبٹ آباد
صوفی ماسٹر محمد حفیظ شاہ صاحب چک نمبر ۱۰۰ رحیم یار خان۔
صوفی محمد صدیق شاہ صاحب پانا آزاد پتن آزاد کشمیر۔
صوفی محمد عنایت شاہ صاحب گجرات۔
صوفی محمد فاضل شاہ صاحب گجرات حاجی والا۔
صوفی شوکت حسین شاہ صاحب شہر بہار والی ملتان
صوفی منصوب شاہ صاحب ہالی حیدرآباد
صوفی محمد صادق شاہ گوٹھی سکھر
صوفی محمد تنسیر شاہ صاحب خلاص پور جہلم
صوفی محمد الیاس شاہ صاحب کراچی
صوفی ضیاء شاہ صاحب کراچی
صوفی حسن شاہ صاحب ہرن والا منڈی صادق گنج
صوفی امان اللہ شاہ ساہیوال
صوفی گلزار شاہ صاحب ڈیرا غازی خان
صوفی نور شاہ صاحب قصور
صوفی محمد امین شاہ صاحب منڈی صادق گنج
صوفی محمد افسر شاہ صاحب میرپور آزاد کشمیر
صوفی لعل محمد شاہ صاحب کے خلفا جو کہ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔

صوفی محمد حنیف شاہ مرحوم

صوفی محمد سلطان شاہ کھپرو سندھ

صوفی شوکت حسین شاہ حیدر آباد

صوفی حسین بخش شاہ حیدر آباد

صوفی السلام الدین شاہ حیدر آباد

صوفی محمد عبداللہ شاہ پوتا حیدر آباد

صوفی عبداللطیف شاہ پوتا کراچی

صوفی عبدالرزاق شاہ کراچی

صوفی سعید احمد شاہ مرحوم

صوفی نظر احمد شاہ ڈھوک کالا خان او جڑی کیمپ راولپنڈی ۔

تنویر

سماع کی فضیلت و قبولیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ:۔ اے رسول! میرے ان بندوں کو خوشخبری پہنچا دیجئے! جو بات کو سن کر اسکے بہترین کلام کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو (اللہ تعالیٰ) نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ دانشمند ہیں۔ (پارہ ۔ ٢٩)

بعض صوفیہ نے اس ارشادِ باری کے سلسلے میں کہا ہے کہ "اَحْسَنَ" کے معنی یہ ہیں کہ جو زیادہ ہدایت اور رشد پہنچانے والا ہو (زیادہ سے زیادہ راہ راست دکھانے والا ....) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (پارہ ۔ ٧)

ترجمہ: اور جب وہ کلام جو رسول اللہ پر اتارا گیا سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں کو تم آنسو بہاتا دیکھو گے۔ کیونکہ ان کو حق بات معلوم ہوتی ہے۔

سماع کی حقیقت

یہ سماع (سننا) جن کا سننا ہے جس کے بارے میں اہل ایمان بھی اختلاف نہیں کرتے (کسی کو اختلاف نہیں ہے) اسکو سننے والو کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ۔ وہ صاحب عقل اور ہدایت یافتہ ہے، یہ وہ سماع ہے کہ اسکی حرارت یقین کی برودت (ٹھنڈک) سے متاثر ہو کر آنکھوں سے اشکباری کا سبب بنتی ہے۔ کبھی یہ آنسو حزن و ملال کے آنسوں ہوتے ہیں کہ حزن و ملال میں حرارت ہے۔ کبھی

یہ ذوق و شوق کے آنسو ہوتے ہیں اور شوق بھی (مزاجاً) گرم ہے بس جب ان صفات سے متصف سماع اس صاحب دل پر اثر انداز ہوتا ہے جو یقین کی برودت سے مملو اور پُر ہے تو اس تصادم سے آنسو بہنے اور ٹپکنے لگتے ہیں۔ (ظاہر ہے کہ حرارت اور برودت کے تصادم سے پانی ٹپکتا ہے) اور جب دل میں سماع کا نزول ہوتا ہے تو وہ نزول دو طرح کا ہوتا ہے۔ اگر وہ نزول خفیف ہے تو اس کا اثر جسم پر ہوتا ہے۔ اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (پارہ ۲۳ سورۃ الزمر)

ترجمہ:۔ اس (کلام کے اثر) سے اِن لوگوں کی جلدوں کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔"

کبھی اس کا نزول عظیم ہوتا ہے اور اس کا اثر دماغ کے اوپر ہوتا ہے اس چیز کی مانند جو عقل کی مُخبر ہوتی ہے۔ اس حادث اور نئی چیز کے نزول کے اثر سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور کبھی اس اثر کا نزول روح پر ہوتا ہے اور اس سے روح میں ایسا موج اور اہتزاز پیدا ہو جاتا ہے کہ جسمانی قالب کا دروازہ اس کیلئے تنگ ہو جاتا ہے (اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روح اس دائرہ تنگ سے نکل جائے گی) اور اس میں سمانا مشکل ہو جاتا ہے اس وقت چیخیں نکلنے لگتی ہیں اور ایک ہلچل برپا ہو جاتی ہے یہ تمام احوال، ارباب حال میں پائے جاتے ہیں، کبھی کبھار خواہش نفسانی کی شہ پر جھوٹے مدعی اس حالت کی نقل اتارتے ہیں، جھوٹ موٹ اپنے اوپر وجد اور حال طاری کر لیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی تو گریہ در گلو ہو جاتے (آنسوؤں سے ان کا گلہ رندھ جاتا) اور اگر وہ کھڑے ہوتے تو گر پڑتے اور پھر یہ حالت ہو جاتی کہ ایک دن

یا دو دن گھر سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے یہاں تک کہ لوگ آپ کی عیادت کو تشریف لاتے اور یہ سمجھتے کہ آپ بیمار ہو گئے ہیں۔ پس سماع اللہ تعالیٰ سے جلب رحمت کا ذریعہ ہے۔

بعض اور عجیب و غریب روایات

حضرت زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے سرورِ کائنات حضورؐ کے سامنے قرأت فرمائی، قرآن پاک سن کر تمام حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ اس وقت سرورِ کائناتؐ نے اصحاب کرام سے فرمایا کہ رقت کے وقت دعا کو غنیمت جانو جب اسطرح رقت طاری ہو تو دعا مانگا کرو۔

جناب اُمِ کلثومؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس وقت گناہ اس سے جھڑ جاتے ہیں۔ جس طرح سوکھے درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندے کے جسم پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونگٹے (بال) کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دوزخ حرام کر دیتا ہے اور یہ وہ تمام امور ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے

لحن کے ساتھ اشعار کا سُننا

البتہ لحن کے ساتھ اشعار سننے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں بکثرت اقوال ہیں اور احوال بھی مختلف ہیں، بعض لوگ جو اس کے منکر ہیں وہ اس فسق سے تعبیر کرتے ہیں اور جو لوگ اس کے حریص (اور عادی) وہ کہتے ہیں کہ یہ "حق واضح" ہے۔ (یعنی ایک واضح حقیقت ہے) لیکن یہ دونوں فریق افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ کسی شخص نے ابوالحسن بن سالمؒ سے دریافت کیا کہ آپ سماع کا انکار کس طرح کرتے ہیں جب کہ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت

سری سقطی اور حضرت ذوالنون مصریؒ اسے سنا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ میں سماع کا انکار کس طرح کر سکتا ہوں جبکہ اسے اس شخص نے جائز رکھا ہے اور سُنا ہے۔ جو مجھ سے بہت بہتر ہے۔ حضرت طیارؓ بھی سماع سے شغل رکھتے تھے سماع منکر وحی ہے جس میں لہو و لعب ہو اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت عائشہؓ سے ایک روایات

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے پاس تشریف لائے اس وقت دو کنیزیں آپکے سامنے گا رہی تھیں اور آپ کے سامنے دف بجا رہی تھیں اور رسولؐ اس وقت ردائے مبارک اوڑھے ہوئے تھے، ان لونڈیوں کو گاتے اور بجاتے دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو جھڑکا اس وقت سرکارِ دو عالمؐ نے روئے مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا اے ابوبکرؓ ان دونوں کو چھوڑ دو (مت جھڑکو) کہ عید کے دن ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ وہ مجھے اپنی چادر مبارک میں چھپائے ہوئے تھے اور میں ان حبشیوں کو دیکھتی رہی جو مسجد میں کھیل رہے تھے۔ میں اتنی دیر تک یہ تماشہ دیکھتی رہی کہ آخر کار خود اکتا گئی (تھک گئی) حضرت شیخ ابوطالب مکیؒ نے اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس کے جواز پر دلیل ہے اور انہوں نے اس کو بہت سے تابعین اور اصحاب رسول صلعم سے نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا قول معتبر ہے کہ وہ وفورِ علم کمالِ حال زہد و ورع التقویٰ اور تجربہ سے متصف اور احوال سلف سے آگاہ تھے۔ زیادہ صحیح اور درست فیصلہ کر سکتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ سماع حرام بھی ہے۔ اور حلال بھی جس نے اسے نفس کی تحریک اور شہوت اور ہوس سے سُنا وہ حرام ہے۔ اور جس نے اسے معقولیت اور مباح طریقہ پر اپنی کنیز سے یا بیوی سے سُنا۔ اسکی صورت میں مشتبہ ہے کیونکہ بحر حال اسمیں لہو کا عنصر موجود ہے اور

جس نے اس کو قلب کی توجہ سے سنا اور اس میں ایسے معانی کا مشاہدہ کیا جو اس کے لئے دلیلِ راہ ہیں (یعنی رہبر اصلی کے راستے پر لگا دے) تو ایسا سماع مباح ہے (یہ قول شیخ ابو طالب مکیؒ کا ہے اور یہی صحیح ہے)

لیکن اس قول کو مطلقاً سماع کی تحریم اور اس کی ممانعت پر دلیل نہیں بنا سکتے جس طرح قاری زاہد بنے ہوئے لوگ اور اس کی حرمت نے مبالغہ کرنے والوں کا و تیرا اور طریقہ ہے (کہ وہ سماع کو مطلقاً حرام کہتے ہیں) اور نہ اس کے برعکس مطلقاً اسکو مباح کہا جا سکتا ہے جس طرح لہو و لعب کے رسیا اور اسکو شہرت دینے والے اور اسکی اباحت پر اصرار کرنے والے (کہ بعض شرائط اور آداب کے ساتھ سماع مباح ہے) کہتے ہیں۔

سماع کے سلسلے میں قول فیصل

اب میں تفصیل کے ساتھ اس کی حرمت اور اباحت پر بحث کرتا ہوں۔ اور تحریم و حلت کے ساتھ اس کی ماہیت اور حقیقت کو پیش کروں گا، اور بتاؤں گا کہ حلال کس صورت اور ماہیت میں ہے اور حرام کس صورت میں ہے۔

دف اور شبابہ (ربانہ) ایک قسم کا ساز) کا جہاں تک تعلق ہے تو شافعی مذہب میں اس کی کافی گنجائش ہے (شافعی مذہب میں اس کی ممانعت نہیں) احتیاطاً ان سے پرہیز کرنا بہتر ہے تاکہ اختلافی مسائل معرضِ بحث نہ آئیں، ہاں اگر جنت دوزخ اور آخرت کا ذوق شوق اور خداوند قدوس کی حمد و ثنا عبادتوں کا ذکر خیرات کی ترغیب پر مشتمل اشعار پڑھے جائیں تو انکار کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے اسی ذیل میں وہ قصائد اور نظمیں بھی شامل ہیں جو حاجیوں اور مجاہدوں کے لئے لکھے جائیں جن میں جہاد اور حج کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں جن کا ایسا اثر مرتب ہو سکے جو جہاد کے عزم میں حرکت پیدا کرے اور حج کے شوق کو بڑھائے۔

البتہ ایسے اشعار جن میں محبوب کے خد و خال کد و قامت کا ذکر ہو یا

عورتوں کے حسن جمال کی تعریف ہو، جن محفلوں میں پڑھے جائیں ایسی محفلوں میں دیانت دار لوگوں کا گزر بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ یا ایسی محفلیں قائم کرنا ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ہاں اگر اشعار ایسے ہوں جن میں جوانی اور وصل اغراض اور آرزوؤں کا بیان ایسے رموز اور کنایات کے ساتھ ہو جن کو حق تعالیٰ کی ذات پر محمول کرنا دشوار نہ ہو (اشعار اور کنائے) کے ساتھ حمد وثنا بیان کی گئی ہو یا ان اشعار میں مریدوں کے احوال طالبین حقیقت پر آفات کا نزول ایسے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی ان کو سنے تو اپنے کیے پر نادم ہو یہ کسی ارادے اور عزم کی اس میں تجدید ہوتی ہو تو اس قسم کے سماع سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ کہا جاتا ہے کہ بعض اربابِ وجد کی غذا صرف سماع ہے اور وہ لوگ ایسی سماع کے ذریعے مدارج قرب و وصال کو طے کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں ایسا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے فکر و فاقہ کو سوزش بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک صاحبِ حال ایک شعر سنتا ہے۔ حضورِ قلب میسّر ہوتا ہے تو اس وقت اس کی کیفیت اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جیسے یہ شعر اس نے کسی حدی خواں سے سنا ہے۔ اس نے اس کی آتش شوق کو بڑھا دیا ہے۔ مثلاً۔

اَتُوبُ اِلَیکَ یَا رَحمٰنُ اِنّی اَسَأتُ وَقَد تَضَاعَفَتِ الذُّنُوبُ

الٰہی توبہ کرتا ہوں میں تجھ سے — کہ ہیں حد سے فزوں میری خطائیں

فَاَمَّا مِن هَوٰی لَیلٰی وَحُبّی — زِیَارَتِهَا فَاِنّی لَا اَتُوبُ

نہیں ہوں میں عشقِ لیلیٰ میں تائب — ملاقاتوں کی ہیں ہر وقت گھاتیں

اس طرح امرِ حق پر قائم رہنے کیلئے ان کی قوتِ ارادی میں استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان میں ایک نیا عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے سماع کے اثر سے وہ ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

حالت وجد کی شناخت

ہمارے بعض احباب کا بیان ہے کہ ہم اپنے دوستوں کے وجد کی حالت کا اندازہ تین چیزوں میں کرلیا کرتے تھے۔ اوّل سوال کے وقت، دوم غصہ کے وقت، سوم سماع کے وقت حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ اس گروہ (صوفیہ) پر تین موقعوں پر خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اوّل کھانے کے وقت کیونکہ وہ فاقہ کشی کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔ دوم باہم مل کر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس وقت احوالِ صدیقین اور احوالِ انبیاء میں کلام کرتے ہیں۔ سوم سماع کے وقت اس لئے کہ اس وقت وہ اس کو روحانی کیفیتوں کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور باری تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں (یہی تین مقامات ان پر نزولِ رحمت کے ہیں)

حضرت ادھم کا جواب وجد کے بارے میں

کسی نے حضرت ادھم رح سے سماع کے وقت صوفیہ کے وجد کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ان باتوں سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو دوسروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں اور جب وہ ان معانی سے سرور حاصل کرتے ہیں تو اس وقت وہ معانی ان کو اشارہ کرکے اپنی طرف بلاتے ہیں اسی حال میں اچانک ایک حجاب حائل ہوجاتا ہے اور وہ اس مسرت و فرح کے بجائے نالہ و بکا میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور پھر اس وقت یہ صورت ہوتی ہے کہ کوئی (اس غم سے) کپڑے پھاڑتا ہے، کوئی روتا ہے اور کوئی چیختا ہے۔

ابوزرعہ رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ کے واسطوں سے محمد بن سلیمان رح کا یہ قول سنا ہے سماع کا مسامع حجاب اور تجلّی کے بین بین ہوتا ہے حجاب سے اس کے اندر سوز پیدا ہوتا ہے۔ اور تجلّی سے مزید نور پیدا ہوتا ہے۔

اور مریدین کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور یہ ضعف و عجز کا محل و مقام ہے اور تجلیؔ سے واصلین (حق) کو سکون حاصل ہوتا ہے اور یہ مقام اور درجہ ان لوگوں کا ہے۔ جنکو اسرار میں تمکین و استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ محل حضوری بھی ہے کہ اس مقام پر سوائے اس کے کہ صاحبِ حال ہیبت کے مقامات پر صدمہ پر صدمہ اٹھاتا ہے۔

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمیؒ کا ارشاد

شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمیؒ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے جدِّ محترم سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مستمع (صاحب سماع) کو چاہیئے کہ وہ دل کے کانوں سے سُنے اور نفس اس کا مُردہ ہو اس شخص کے لئے جس کا دل مردہ ہے اور نفس زندہ ہے سماع جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔

:ترجمہ :۔ "وہ مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے" کی تفسیر یہ ہے کہ اس اضافہ میں اچھی آواز بھی شامل ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا بِالرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ قُنْيَةٍ اِلٰى قُنْيَتِهٖ ۔ :۔ ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ خوش الحان شخص کی تلاوتِ قرآن کو اس شخص سے زیادہ متوجہ ہو کر سنتا ہے جو اپنی مطربہ کنیز کے گانے کو کان لگا کر سُنتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ تو ہمارے دوستوں پر کس طرح غالب آتا ہے، یا اُن سے کون سی چیز حاصل کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ ان پر غالب آنا اور قابو

پانا دشوار ہے اور ان سے کچھ حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ سوائے دو موقعوں کے، میں نے کہا کہ وہ موقع کون سے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ ایک تو سماع کے وقت، اور دوسرے دیکھتے وقت کہ میں اُس وقت اُن سے کچھ چرالیتا ہوں اور اس سے میں ان پر قابو پالیتا ہوں" میں نے یہ خواب اپنے ایک شیخ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں یہ خواب دیکھتا تو اس سے کہتا کہ اے احمق شیطان! کیا تو ان لوگوں کے حقیقی سماع اور حقیقی نظریئے سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یا کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ جواب سُن کر میں نے کہا کہ آپ نے صحیح فرمایا: (حقیقی سماع اور حقیقی نظر شیطان کے غلبہ سے محفوظ ہے

حضرت عائشہ رضؓ کی لونڈی کا گانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک کنیز تھی جو مجھ کو گانا سُنا رہی تھی۔ اسی اثنار میں سرورِ کائنات صؐ تشریف لائے، وہ کنیز بدستور گاتی رہی پھر حضرت عمر رضؓ آئے تو وہ کنیز ان کو دیکھ کر بھاگ گئی۔ اِس پر رسولِ خدا صؐ نے تبسّم فرمایا! حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صؐ! آپ نے کس بات پر تبسّم فرمایا۔ رسولِ خدا صؐ نے اپنی کنیز کے گانے کا واقعہ سُنایا حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صؐ! میں اس وقت یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک میں وہ نہ سُن لوں جو کچھ اللہ کے رسول صؐ نے سماعت فرمایا ہے یہ سُن کر رسول خدا صؐ نے لونڈی کو حکم! اور اس نے وہی گانا سُنایا۔

حدیث شریف میں حضرت داؤد عؑ کی عمدہ آواز کی تعریف میں وارد ہے کہ وہ اپنے نفس پر جب نوحہ کرتے اور زبور کی تلاوت فرماتے تو ان کی اچھی آواز سننے کے لئے انسان جنّات اور پرندے تک جمع ہو جاتے اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ان کی ایسی مجلس سے ہزاروں جنازے اٹھائے جاتے تھے۔

رسولِ خدا نے ابو موسیٰ اشعری کی عمدہ آواز کی تعریف میں فرمایا ہے کہ انہیں حضرت داؤدؑ کے سازوں میں سے ایک ساز عطا کیا گیا۔

شعر کی حقیقت اور شعر خوانی

سرورِ کائنات نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے۔ "شعر میں بیشک حکمت ہے (دانائی کی باتیں ہیں) حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس وقت کچھ لوگ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے اور کچھ اشعار پڑھ رہے تھے یہ دیکھ کر اس شخص نے عرض کیا "قرآن بھی پڑھا جا رہا ہے۔ اور شعر خوانی بھی ہو رہی ہے۔" حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "کبھی یہ چیز ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز ہوتی ہے۔

ایک بار نابغہ (مشہور شاعر عرب) نے رسولِ خداؐ کے حضور میں یہ اشعار پڑھے

وَلَا خَيْرَ فِي حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ ۔۔۔ بَوَادِرُ تَحْمِي صَفْوَهُ أَنْ يُكَدَّرَا

کس کام کی وہ عقل میسّر نہ ہو جسے ۔۔۔ ایسے اصول، کھوٹے کھرے کو پرکھ سکے

وَلَا خَيْرَ فِي أَمْرٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ ۔۔۔ حَكِيمٌ إِذَا مَا أَوْرَدَ الْأَمْرَ أَصْدَرَا

ایسے ہی کامیاب نہیں ہے وہ شخص بھی ۔۔۔ ذی ہوش و حکم فرمانہ رہبر جسے ملے

نابغہ کے یہ اشعار سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابولیلیٰ اللہ تمہارا منہ نہ بند فرمائے۔ پس حضورؐ کی اس دعا سے نابغہ تقریباً سو سال تک زندہ رہا اور ان کے اگلے دانت لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ اس طرح سے رسول اکرمؐ حضرت حسان بن ثابت رضؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھوا دیا کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر آپ ان لوگوں کی ہجو میں اشعار پڑھا کرتے تھے جو رسول خداؐ کی شانِ والا میں نازیبا باتیں کہتے تھے ایسے موقعوں پر حضورؐ فرمایا کرتے تھے۔ روح القدس (حضرتِ جبرائیلؑ) اس وقت تک حسانؓ کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ

رسولِ خدا کی حمایت کرتے رہیں گے۔

حضرت ابو العباس خضرؒ کا واقعہ

کسی صالح شخص نے حضرت ابو العباس خضرؒ سے ملاقات کی اور دریافت کیا آپ کا سماع کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ہم لوگوں میں اس کے بارے میں اختلاف ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سماع ایک صاف وشفاف پانی ہے اس پر سوائے علماء کے اور کسی کے قدم نہیں ٹھہر سکتے حضرت شاد النوریؒ کا ارشاد ہے کہ میں خواب میں حضورؐ کی زیارت سے مشرّف ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ اس سماع سے انکار فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا۔ اے ابو علی تم ان باتوں کو برداشت کرو کہ وہ تمہارے دوست اور اصحاب ہی تو ہیں۔ اس واقع کے بعد ہمیشہ شاد النوری فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول خداؐ نے مجھے کنّیت (ابو علی) عطا فرمائی ہے۔

صورتِ انکار:۔ انکار کی صورت یہ ہے کہ تم اُن مریدوں کو جنہوں نے طریقت باطنی میں قدم رکھا ہے اور اُس کی ابتدا کی ہے۔ اور ان کے نفوس نے صدقِ مجاھدہ کی مشق بہم نہیں پہنچائی ہے جس کے باعث ان پر صفاتِ نفس اور احوالِ قلب بخوبی ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اس ابتدائے حال میں انکی حرکات میں ضبط ونظم پیدا نہیں ہوتا اور حرکات کا یہ نظم و ضبط علمِ طریقت کے قانون ہی کے ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ ان مریدوں کو اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مشاغل میں اچھائی برائی کو سمجھ سکتے ہیں (بس ابتدائے حال میں مریدوں سے ایسی حرکات ظہور میں آجاتی ہیں جو سماع کیلئے انکار کی صورت پیدا کر دیتی ہے)

حضرت ذوالنونؒ مصریؒ کا واقعہ

حضرت ذوالنون مصریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ جب وہ

بغداد تشریف لائے تو ان کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک قوال بھی تھا ان لوگوں نے حضرت ذوالنون سے اجازت طلب کی کہ وہ قوال کچھ آپ کو سنائے آپ نے اجازت دیدی۔ تو قوال نے یہ اشعار پیش کئے:۔

صَغِیْرُ هَوَاكَ عَذَّبَنِی ۔۔۔ فَکَیْفَ بِهٖ اِذَا احْتَنَکَا

کم ہے تو اس پر بھی محبت عذاب ہے ۔۔۔ کیا حال ہو اگر ہو یہ اپنے کمال میں

وَاَنْتَ جَمَعْتَ مِنْ قَلْبِیْ ۔۔۔ هَوًی قَدْ کَانَ مُشْتَرِکَا

ذرے جو منتشر تھے محبت کے ہر طرف ۔۔۔ سب جمع کر دیئے ہیں دل پُر ملال میں

اَمَا تَرْثِیْ لِمُکْتَئِبٍ ۔۔۔ اِذَا ضَحِكَ الْخَلِیُّ بَکٰی

آتا نہیں ہے ترس تجھے اس غمزدہ پہ حیف ۔۔۔ گریہ کناں ہے تیری ہنسی کے خیال میں

یہ اشعار سُن کر ذوالنون پر کیف طاری ہو گیا۔ اور وہ جوش میں کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے۔ اور ان کی پیشانی پر خون بہنے لگا۔ لیکن یہ زمین پہ نہیں ٹپک رہا تھا۔ ذوالنون کا یہ وجد دیکھ کر حاظرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا تاکہ وہ بھی وجد کرے حضرت ذوالنون نے اس کی طرف دیکھا اور کہا اے شخص اس ذات سے ڈر، جو تجھے دیکھتا ہے۔ جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے یہ سُن کر وہ شخص بیٹھ گیا کہ اس کا اس طرح بیٹھنا اس کی صداقت، حال اور علم کی وجہ سے تھا۔ اس لئے کہ وہ شخص کاملِ حال نہیں تھا۔ اور وجد کے لئے کھڑے ہونے کے قابل اور اس کا اہل نہیں تھا۔

پس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سماع کی محفل میں کوئی ایسا شخص وجد کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے جو اس کے راز سے آگاہ نہیں اور حقیقت سے بے خبر ہے۔ اس کا اسطرح کھڑا ہو جانا اس سبب سے ہوتا ہے کہ جب وہ ایک موضع اور مناسب راگ لحن کے ساتھ سُنتا ہے اور نفس کا حجاب جو انبساط و نشاط (نغمہ) کے باعث لہراتا ہے، دل کے چہرے پر پڑ جاتا ہے اور اس کا خوف و طبع کی دہشت کم ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ ایک اور ذہنیت کے ساتھ رقص شروع کر دیتا ہے لیکن یہ تصنّع سے خالی نہیں ہوتا اور ایسا وجد اہلِ حق کے نزدیک حرام ہے۔ کہ ایسا رقص کرنے والا محض اپنے

گمان سے یہ قیاص کرتا ہے کہ یہ رقص نشاطِ قلب ہے لیکن اس کا یہ انبساط قلت اللہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس کا قلب نفس کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے جو نفسانیت کی طرف مائل اور ہلاکت قلب کے موافق ہے (ہلاکت قلب کا ذریعہ ہے) اس لئے کہ اسمیں اب تک وجہ قلب اور محض اللہ کے لئے یعنی انبساط کا مشاہدہ ہی نہیں کیا ہے۔ ایسے شخص کو ان حرکات رقص سے نہ حسنِ نیت کی طرف راستہ ملتا ہے اور نہ ارادت کی صحت کی شناخت ہو پاتی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی رقص کیلئے کہا گیا ہے الرقص نقص (رقص ایک زیاں ہے) اس لئے کہ وہ طبعیت سے ظہور میں آیا ہے۔ (اہتزاز، روح و قلب سے نہیں) اور نیت صالح اس میں دخل نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ اس کی حرکات رقص میں نفاق صریح اور دورنگی کی آمیزش ہو تاکہ حاضرین مجلس کا دل بہلایا جائے، اور نیک نیتی کے بغیر وہ رقص کی حرکات میں (اپنی نشاط نفس سے مغلوب ہو کر) کبھی معانقہ کرتا ہے کبھی دست بوسی کرتا ہے اور کبھی پابوسی کرنے لگتا ہے ارباب تصوّف اِن حرکات کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے، ایسے شخص کا سوائے لباس اور ظاہری صورت کے اور کوئی تعلق نہیں ہے (یعنی محض صوفیوں کی صورت بنالی ہے اور ان جیسا لباس پہن لیا ہے۔

امرد قوال کے فتنے :-

اگر قوال یعنی ایسا نوجوان جو بے ریش و برودت ہے ایسا کار نفس کیلئے جاذب توجہ بن جاتا ہے (لوگ اس کی صورت سے متاثر ہونے لگتے ہیں) اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور باطن میں بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اگر کہیں عورتیں بھی اس مجلس کے قریب ہوں اور ان کی توجہ اس طرف ہو تو ایسے موقع پر وہ لوگ جن کا باطن نفسانی خواہشات سے پُر ہے رقص کی حرکات اور وجد کے ذریعے پیغام رسانی کا کام لیتے ہیں۔ یہ قطعی طور پر فسق ہے جس کی حرمت پر اجماع ہے یعنی بالاجمع حرام ہے ان لوگوں سے جو اس قسم کی حرکات سے اپنا خمیر گندہ کرتے ہیں اہل مواضیری (بازاری لوگ) زیادہ بہتر ہیں کہ ان کا فسق و فجور سب پر عیاں ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں کھلم

کھلا کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنی بدکاریوں کو ناواقفوں کے سامنے عبادت ظاہر کرتے ہیں۔ یہ قبیح حرکات ایسی ہیں کہ کوئی دیانت دار شخص ان کو گوارا نہیں کرسکتا انہی برائیوں کے باعث تو منکرین سماع کو انکار کا موقع ملا ہے اور اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں (واقعی ان کا انکار درست بھی ہے) کہ ایسی حرکات قابلِ نفرت ہیں۔ سوائے تضیع اوقات اور کیا ہے؟ اگر کوئی منکر سماع کسی نوع آموز سالک کے سامنے ایسی حرکتوں کو پیش کر کے انکار کی دلیل بنائے تو ایسی مجلسوں اور سماع کی صحبتوں سے وہ نوآموز مرید رک جاتا ہے اور پرہیز کرتا ہے تو ایسا انکار صحیح ہے

صادقین کا رقص

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض صادقین (سچے درویش) وجد و حال کا اظہار کئے بغیر رقص کرنے لگتے ہیں اور اس میں ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بعض فقراء سے حرکاتِ رقص سے موافقت کریں پس وہ موزوں حرکات کے ساتھ رقص شروع کر دیتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وہ وجد و حال کا دعوے دار ہو لیکن ان کی یہ حرکات بھی لغو ہی شمار کی جاتی ہے۔ اگرچہ شرعی نقطہ نظر سے یہ حرام نہیں ہیں لیکن یہ روحانیت کی رو سے جائز نہیں ہیں کہ ان میں ایک گونہ لہو و لعب موجود ہے۔ البتہ ان حرکات کو مباح کاموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ جیسے اہل و عیال سے جنسی دِلگی اِن کے ساتھ ملاعبت (کھیل کود) اور یہ تمام باتیں ترویحِ قلب (دِلگی) میں داخل ہیں اور ان میں سے بعض حسنِ نیت کے باعث عبادت بھی کہی جاسکتی ہیں۔ بشرطیکہ نفس کی تکان دور کرنے کے لئے ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوالدرداؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ”میں باطل شئے سے اپنے نفس کی تکان کو دور کرتا ہوں تاکہ یہ میرے حق کے لئے مددگار ثابت ہوں یہی وجہ ہے کہ آرام کی غرض سے بعض مخصوص اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے تاکہ اللہ والے کچھ دیر آرام کرسکیں اور ترکِ عمل (عبادت) سے نفس کی بعض ضروریات پوری ہوں اور اس مہلت سے اس کو

انبساط حاصل ہو۔

انسان اپنی خلقت میں مختلف اجزار (اربعہ عناصر) سے مرکب ہے اور اپنی تخلیق کے اعتبار سے گوناگوں ہے (اس کی تشریح ہم کئی جگہ پہلے کر چکے ہیں) پس اس کے قوائے جسمانی محض حق پر صبر نہیں کر سکتے تو اس قسم کی تفریح مباح کاموں میں بھی مشغول رکھا جاتا ہے۔ جن کی طرف اس کار جہاں ہو تاکہ امورِ حق کی ادائیگی کے لئے مستعد ہو سکے۔ مباح شریعت میں باطل نہیں ہے اس لئے کہ مباح کی تعریف یہ ہے کہ اس کے اطراف برابر ہوں یعنی دونوں جانب اعتدال ہو لیکن یہ احوال (طریقت) کی نسبت سے باطل ہے یعنی روحانی نقطۂ نگاہ سے باطل ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ

میں نے حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ کا یہ قولِ صادق کی تعریف میں پڑھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا جہل اس کے علم کی افزونی کا موجب ہو۔ اور اس کا ہر باطل اس کے حق کے ازدیاد کا سبب اور اس کی دنیا اس کی آخرت کے اضافہ کا موجب ہے۔ اسی واسطے سرکار دو عالمؐ کو عورتیں مرغوب تھیں تاکہ یہ امر آپ کے نفسِ شریعت کے خط اور اس کی طہارت اور تقدیس کا سبب بن جائے۔ اس لئے ان خلوط کے باعث اُن (امہات المومنین) کے حقوق بھی ان کے لئے زیادہ ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ مباح امور جو دوسروں کے لئے شرعاً جائز تھے اور طریقت اور حال میں جن کو پسند کیا گیا ہے۔ وہ آنحضرتؐ کے حق میں از قسم عبادات تھے جیسا کہ نکاح کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ ایک قسم کی عبادت ہے اسی وجہ سے نکاح کو از روئے قیاس دین و دنیا کی مصلحتوں پر محمول کیا گیا ہے۔ فقہا نے اسکی تشریح ترکِ نوافل نفلی کے سلسلے میں کی ہے۔

اس اصولِ مذکورہ کے تحت رقص کرنے والا درویش جو روحانی وجد اور حال کا مدعی نہیں ہے وہ منکر کے انکار سے خارج ہے۔ لہٰذا ایسا رقص

نہ اس درویش کے لئے مفید ہے اور نہ اس کے لئے مُضر ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ حسنِ نیت کے باعث ایسا تفریحی کام عبادت بن جاتا ہے خصوصاً جبکہ فاعل کے
نفس میں اس تفریح سے مقصود الطافِ الٰہی پر نظر رکھنا ہو یعنی تفریحی امور
میں بھی رحمتِ الٰہی اس کے شامل حال ہے لیکن ایسا رقص شیوخ طریقت کے
شایانِ شان نہیں ہے اور نہ ان کی اقتدا کرنے والے حضرات کے لئے زیبا ہے۔
کیونکہ اس میں بھی لہو ولعب کا ایک پہلو موجود ہے۔ یا وہ لہو و لعب سے مشابہ
ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لہو و لعب ان کے منصب بلند کے شایان شان نہیں ہے۔
اور اس قسم کی بات صاحب تمکین کے حال کے خلاف ہے۔

مُطلق سماع کا انکار نہیں کرنا چاہیئے

سماع کا مُطلق انکار ممنوع ہے کیونکہ بغیر کسی صراحت کے سماع کا انکار
ان تین حال سے خالی نہیں ہوگا۔ اوّل یہ کہ منکر سماع یا تو سنّت و اخبار سے
واقف نہیں ہے، یا وہ اپنے نیک کاموں پر مغرور ہے۔ یا وہ ایسا مُردہ دل اور
بدذوق ہے جس کی وجہ سے اس کا انکار کر رہا ہے۔ اب ہم ان تینوں باتوں کا
یعنی وجوہِ انکار کا ایک ایک کر کے جواب دیتے ہیں۔ اگر پہلی صورت ہے۔ یعنی
وہ آثار و اخبار سے ناواقف ہے تو اس کو وہ حدیث پڑھنا چاہیئے جو ہم اس سے
قبل حضرت عائشہ رضؓ سے سرودی پیش کر چکے ہیں اور دیگر آثار و اخبار جو اس سلسلے
میں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے بعض لوگوں کو رقص کرنے کی اجازت دی تھی
جیسے مسجد نبویؐ میں حبشی کا رقص کرنا اور عائشہ رضؓ کا رسول خدا ؐ کے ساتھ اس
کا رقص دیکھنا لیکن یہ اسی وقت ہے کہ رقص کرنے والے کی حرکات اور اسکی جنبش
ان مکروہات سے پاک ہو جن کا ہم ذکر ایک روایت ہے کہ رسولِ خدا ؐ نے جب
حضرت علی رضؓ سے فرمایا "اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ" "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے
تو یہ سن کر حضرت علی خوب اچھلے اور کودے اور آنحضرت ؐ نے حضرت جعفر طیار ؓ

سے جب فرمایا کہ تم مجھ سے خلق اور خلق میں مشابہ ہو تو وہ بھی کمالِ مسرت سے حزب اچھلنے کودنے۔ نیز آپؐ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا "اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلٰنَا" تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو تو وہ بھی خوشی سے اچھلنے لگے۔ اسی طرح حضرت جعفرؓ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے قضیہ میں اپنے حق میں فیصلہ ہونے پر خوشی سے اچھلے تھے۔ اس قضیہ میں حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور زیدؓ نزاع واقع ہوا تھا۔

دوسری صورت اور وجہ انکار یہ کہ منکر کو اپنے نیک کاموں پر فخر و غرور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسلیم ہے کہ تم اپنی عبادات کے باعث مقرب بارگاہِ الٰہی ہو تو ذرا غور کرو کہ یہ درجہ تم کو اس لئے حاصل ہوا کہ تمہارے اعضاء عبادت میں مشغول رہے۔ اور اگر تمہارے دل کی یہ نیت نیک نہ ہوتی تو تمہارے ہاتھ پاؤں کے اس عمل کی بھی قدر نہ ہوتی۔ اس لئے کہ تمام اعمال نیتوں کے ساتھ وابستہ ہیں (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی، یعنی عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اسی نیک نیتی کی بناء پر تم اللہ تعالیٰ کی طرف امید و بیم سے دیکھتے ہو۔ بس جب اسی طرح کوئی صوفی یا درویش کوئی شعر سنتا ہے تو وہ اس شعر کے مفہوم پر غور کر کے اپنے پروردگار کی طرف شادی یا غم عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ دیکھتا ہے اسی تاثر سے اس کا دل خدا کے ذکر سے بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب درویش یا صوفی کسی پرندے کی آواز سنتا ہے اور وہ دل کش آواز اس کو پسند آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور قدرت پر غور کرنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کا گلا کتنا اچھا بنایا ہے اور اس کو کس طرح آواز پر قابو دیا اور کس طرح یہ اچھی آواز اس کے حلق سے نکل رہی ہے۔ بس اسی فکر میں خدا تعالیٰ کی تعریف اور اس کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے اسی طرح وہ جب کسی شخص کی آواز سنتا ہے تو اس وقت اسی قسم کے تصورات اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا دل ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں سماع کی خوبیوں سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ :- ایک نیک اور صالح شخص کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ سمندر کے کنارے ایک مسجد میں معتکف تھے ایک روز میں اس مسجد کے گوشہ میں لوگوں کو شعرخوانی میں مصروف پایا۔ ان کی شعرخوانی مجھے بہت ناگوار معلوم ہوئی میں نے دل میں کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اللہ کے گھر میں شعرخوانی کرتے ہیں اس روز رات میں رسولِ اکرم ﷺ کے دیدار سے میں مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اسی گوشۂ مسجد میں تشریف فرما ہیں آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ اور وہ کچھ اشعار پڑھ رہے ہیں اور حضور ﷺ توجہ سے ان اشعار کو سُن رہے تھے۔ اور اپنا دست مبارک سینۂ اقدس پر اس طرح رکھے ہوئے تھے جیسے کوئی وجد کی حالت میں ہو یہ دیکھ کر میں نے اسی عالم میں دل میں کہا مجھے ان لوگوں کو برا نہیں سمجھنا چاہیئے تھا جو شعر سن رہے تھے۔ جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے ہوں اور حضور والا مرتبت سماعت فرما رہے ہوں اسی عالم رویا میں نے دیکھا کہ رسولِ خدا ﷺ اشعار سماعت فرما کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ حق بحق یا حق از حق ہے۔

سماع کس صورت میں منع ہے

ہاں جس وقت یہ آواز (گانا) امرد کی ہو کہ اس کو دیکھ کر فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو یا کسی غیر محرم عورت کی آواز ہو اور اس کی آواز سے بھی ذکر و فکر کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہو جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ تو اس صورت میں بھی اس اندیشہ کی وجہ سے کہ اس سے فتنہ پیدا ہونے کا امکان ہے۔ ایسا سماع حرام ہوگا۔ اس حرمت میں آواز کا دخل نہیں ہے۔ بلکہ فتنہ پیدا ہونے کے اندیشہ کی بنا پر حرام کہا جائے گا۔ کہ ہر حرام یا ہر ایک حرمت کیلئے ایک حد متعین ہے۔ جہاں پر بربنائے حکمت حرمت کا خط کھینچ دیا جاتا ہے جس طرح نوجوان روزہ دار کیلئے روزہ کی

حالت میں بوسہ لینا منع ہے کہ وہ حرام مباشرت کی چاردیواری یا اس کے لئے حریم ہے (بوسہ سے مباشرت کو تحریک تا پہنچتی ہے اور روزے میں مباشرت حرام ہے) اسی طرح تنہائی میں نامحرم عورت سے ملنا بھی منع ہے (کہ اس میں بھی اندیشہ ہوتا ہے) بالکل اسی طرح بعض خاص مصلحتوں کی بنار پر سماع سے بھی روکا جاتا ہے یعنی جب کہ یہ یقین ہو کہ سامع پر سماع کا بُرا اثر مرتب ہوگا۔ (اس کے حیوانی جذبات کو تحریک ہوگی) ایسی صورت میں اس کو سماع سے روک دینا گویا فعلِ حرام سے روک دینا ہے۔

سماع کے منکر کے جذبات

کبھی کبھار سماع کا انکار ایسا شخص بھی کرتا ہے جس کا دل مُردہ ہو اور اس کی طبیعت جامد ہے۔ یعنی اس میں رونقِ سماع ہی نہیں تو اس وقت کہا جائے گا کہ وہ اس نامرد شخص کی طرح ہے جو لذتِ جماع سے ناآشنا ہے گویہ وہ ایک نابینا ہے جو حسن وجمال کی رعنائیوں سے بیگانہ ہے اور جو شخص ناآشنائے رنج وغم ہے وہ رنج وغم اور استراع جاع (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) جب یہ صورتحال ہے تو اس سے پوچھنا چاہیئے کہ پھر بھلا تو اس عاشق صادق کی محبت کا کیوں مُنکر ہے، جس کا باطن محبت وشوق محبوب میں پرورش پارہا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کی روح قفسِ عنصری کے تنگ محبس میں محبوس ہے اور اسے سے آزاد ہونے کے لئے پھڑپھڑا رہی ہے۔ اس کی روح کو جب نسیم وطن کے سرد جھونکے مَس کرتے ہیں تو وہ ان سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ اس کو عرفانِ الٰہی اور معرفت کے لشکر کی ایک جھلک نظر آرہی ہے۔ لیکن اس کی روح نفس کی دنیا میں پردیسی کی صورت میں مقیم ہے۔ اور ہجر کے جام سے جدائی کے تلخ گھونٹ پی رہی ہے اور عالمِ عنصری میں مجاھدے کے بوجھ کے نیچے سسک رہی ہے اس کو عالمِ مشاہدہ کی کوئی جھلک کبھی نظر نہیں آتی ہر چند کہ کثرتِ اعمال سے نفس کی منزلیں طے ہو رہی ہیں۔

مگر کسی طرح کوچہ وصال تک رسائی نہیں ہوتی اور حریم جمال کے حجابات نہیں اٹھتے تو اس صورت میں صوفی ایک سرد آہ بھرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے سختی اور گزندکی شدت سے ہلاکت میں بھی ایک راحت پاتا ہے۔ اسوقت وہ اپنے نفس اور شیطان سے کہ یہ دونوں اس کی راہ میں حائل ہیں۔ اس طرح مخاطب ہوتا ہے۔

أيا جَبَلِ نعْمانَ باللهِ خَلِّيَا — نسيمَ الصَّبا يَخْلُصْ إلى نسِيمُهَا

نعمان کے پہاڑوں براہِ خدا ہو! — مجھ تک ذرا نسیم کے جھونکوں کو آنے دو

فَإنَّ الصَّبا رِيحٌ إذا ما تنسّمت — عَلَى قَلْبِ مَحزُونٍ تَجَلَّتْ هُمُومُهَا

راحت فزا ہے میرے لئے اتنی وہ نسیم — دل سے میرے ہٹاتی ہے غم کے ہجوم کو

أجِدْ بَرْدُهَا أو تشفِ منّي حرارةً — على كَبِدٍ لم يَبْقَ إلّا صَمِيمُهَا

تحلیل مغز کا ہے خطر تابِ عشق سے — تسکین جگر کو جلد الٰہی نصیب ہو

ألا إنّ أدوائي بليلى قديمةٌ — وأقتل داء العاشقين قديمُهَا

لیلیٰ کے عشق کا یہ مرض مدتوں سے ہے — جو ہے مرض قدیم وہ رسوا ہے کو بکو

(ترجمہ، منظوم از شمس بریلوی)

شاید منکر یہ کہے کہ محبت تو کا حکم کا بجالانا اور اس کے سوا کچھ نہیں اور اس میں اللہ کا خوف ہونا چاہیئے۔ اس قول سے وہ منکر تو اس خاص محبت کا انکار کرتا جو خواص اور اہلِ باطن کی محبت ہے۔ حالانکہ یہ حضرات مراتب ایمانی میں عالم شوسات سے بھی بلند تر پہنچ چکے ہیں، اور کشف و مشاہدات کی کثرت کے باعث وہ اپنے نفس اور اپنی روح کو بھی قربان کر چکے ہیں۔

بنی اسرائیل کا ایک لڑکا کثرتِ مشاہدہ کے بعد پہاڑ سے نیچے کود پڑا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک

فرزند (لڑکے) کا ذکر فرمایا کہ وہ ایک پہاڑ پر رہتے تھے اس لڑکے نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ آسمان کس نے پیدا کیا ہے؟ ماں نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ نے ماں سے دریافت کیا کہ زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ماں نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پھر پوچھا پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ماں نے جواب دیا! اللہ نے۔ اس نے پھر پوچھا کہ بادلوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے جواب دیا! اللہ نے۔ یہ سن کر لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ اس قدر شان و شوکت والا ہے (اس کثرت مشاھدہ کے بعد) اس لڑکے نے اپنے آپ کو پہاڑ سے نیچے گرایا اور گر کر پاش پاش ہو کر مر گیا

حسنِ ازلی فہم کی تعبیر سے بالاتر ہے

اللہ تعالیٰ کا حسنِ ازلی پاکیزہ روحوں پر جلوہ گر ہوتا ہے اور وہ حسنِ پاکیزہ عقل و ادراک کی رسائی اور ان کی تشریح اور تعبیر سے پاک ہے۔ اس لئے کہ عقل کا تعلق عالمِ ظاہری سے ہے۔ اس کو صرف خداوند عالم کا پتہ چلا ہے۔ اس کی معرفت و حریم جلوہ تک اس کی رسائی نہیں ہے کہ وہ عالمِ غیب کی تجلیات میں مستور ہے لیکن ارواحِ قدسیہ پر اس کا انکشاف ہو جاتا۔

مشاھدہ جمال الٰھی :۔ جمال خداوندی ایک بہت ہی خاص درجہ ہے مگر یہ عام ہے۔ اس سے بلند تر وہ محبت خاص کا درجہ ہے جبکہ کمالِ جمالِ کبریائی اور مستقل عطا و بخشش کے جمال کا مشاھدہ کیا جائے۔ اس میں وہ صفات خداوندی بھی شامل ہیں جو عالمِ دوام میں آشکار ہوئے۔ اور وہ بھی ہیں جو ازل میں لوازمِ ذات رہے ہیں حواس ظاہری اِن کمالات کے جمال کا بھی مشاھدہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ عقل و قیاس اِن کا کھوج لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس جمال کے مشاھدے کے حصول کے سلسلے میں ایک جماعت ایسی ہے جس نے محض تجلی صفات کے لئے خود کو مخصوص کر لیا ہے بس اسی کے مطابق ان میں ذوق و شوق اور وجد و سماع کا جذبہ موجود ہے۔ لیکن پہلی جماعت کو تجلیاتِ ذاتی سے ایک بہرہ عطا ہوا ہے اسی لئے

ان میں جو ذوقِ وجد ہے وہ بقدرِ وجود ہے اور ان کا سماع بھی با حدِ شہود ہے

بعض مشائخ کا پانی پہ چلنا:۔ چنانچہ ایک شیخ طریقت نے بیان کیا ہے کہ ہم نے ایک ایسی جماعت دیکھی ہے جو پانی پر چلتی تھی اور اسی عالم سماع میں بے اختیار وجد کر رہی تھی۔ ایک دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ ایک بار ہم ساحل پر تھے ہمارے ایک ساتھی نے جب سماع سُنا تو وہ سطح آب ہی پر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور پانی پر اِدھر اور اُدھر آنے جانے لگا یہاں تک کہ وہ پھر اپنے مقام پر واپس آگئے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ سماع کے وقت آگ پر لوٹنے لگے اور آگ کی حرارت کا ان کو احساس بھی نہیں ہوا ایک روایت ہے کہ بعض صوفیہ کرام جب سماع میں ان پر وجد طاری ہوتا ہے تو وہ شمع کی لو آنکھ کے اندر کر لیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں ان کے قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھ سے ایک ایسا نور نکلا جو شمع کی لو پر پڑ رہا تھا۔ اور اس کو روک رہا تھا جس کے باعث شمع کا شعلہ آنکھ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بعض مشائخ پر جب وجد طاری ہوتا تو وہ زمین سے اٹھ کر ہوا میں معلق ہو جاتے پھر وہ فضا میں چلتے اور اپنے مقام پر لوٹ آتے۔

شیخ ابو طالب مکیؒ کا قول:۔ شیخ ابو طالب مکیؒ اپنی تصنیف (قوت القلوب) میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مطلقاً سماع کا منکر ہے تو اس طرح وہ گویا وہ ستر صدیقین کا منکر ہے۔ اگر چہ ہم کو اس بات کا علم ہے کہ اس صورت (انکار سماع) سے ہم قاریوں اور عابدوں کے دلوں سے نزدیک ہو جائیں گے۔ (قاری اور عابد سماع کے منکر ہیں) لیکن ہم اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کریں گے اس لئے کہ ہم ان قاریوں اور عابدوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور ہم اپنی اور حضرات تابعین سے سماع کے سلسلے میں جو کچھ سُنا ہے اس کا ان لوگوں کو علم نہیں ہے۔

اوپر جو کچھ کہا گیا ہے یہ حضرت ابو طالب مکیؒ کا قول ہے جن کو احادیث

رسول اللہ ﷺ اور اقوال و آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بہت زیادہ علم تھا اور اس علم کے ساتھ مسئلے میں انہوں نے اجتہاد سے بھی کام لیا ہے اور اس مسئلے کی انہوں نے صحیح حقیقت معلوم کی۔ ان تائیدی اقوال کے باوجود ہم نے منکرین سماع کے دلائل بھی (عذر خواہی کے ساتھ) سماع کے ساتھ ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ۔

اَسْئَلُ عَنْ سَلْمٰی فَھَلْ مَنْ مُّخْبِرٍ　　یَکُوْنُ لَہٗ عِلْمٌ بِھَا اَیْنَ تَنْزِلُ

مجھ سے پوچھتا ہوں کہ اتنا مجھے بتا　　ہے کوئی ایسا! منزل سلمیٰ کا دے پتا

یہ شعر سن کر انہوں نے نعرہ مارا اور فرمایا "نہیں خدا کی قسم! دونوں جہانوں میں اس کے نزول کا پتہ دینے والا کوئی نہیں ہے!

ارباب تحقیق کہتے ہیں کہ سماع صفات باطن کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس طرح اطاعت ظاہری صفات کا ایک راز ہے اور جس طرح حرکت و سکون صفات ظاہری ہیں اسی طرح احوال و اخلاق صفات باطنی ہیں۔

شیخ ابو نصر السراج اور اہلِ سماع کے درجات

شیخ ابو نصر السراج فرماتے ہیں کہ اہلِ سماع تین قسم کے لوگ ہیں پہلی قسم ان لوگوں کی ہے کہ بزمِ سماع میں وہ جو کچھ سنتے ہیں اسے سن کر وہ تجلیات حق کی جانب رجوع ہوتے ہیں۔ (احکامِ الٰہی کی طرف مزید متوجہ کرتے ہیں) دوسری قسم میں وہ لوگ داخل و شامل ہیں جو سماع کی بزم میں جو کچھ سنتے ہیں اس کو سن کر اپنے احوال کے تخاطبات، اپنے مقامات اور اوقات کے مخاطبات کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ وہ اصحابِ علم و فضل ہیں جو اس صدق و حقیقت کا مطالبہ کرتے ہیں جس کے وہ اس سماع میں اشارے پاتے ہیں۔ (رجوع الی اللہ کے لئے) تیسری قسم میں وہ فقرا مجرد حضرات شامل ہیں جنہوں نے دنیا سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اور جن کے دل اس سماع کے باعث لوثِ دنیا، اس

سماع کے باعث لوٹِ دنیا، اس کا مال جمع کرنے اور مال کو روک کر رکھنے کی کدورتوں سے ملوث نہیں ہوتے بلکہ سماع کو وہ نشاطِ قلب کے لئے سنتے ہیں اور یہ سماع ان کے لئے سب سے زیادہ لائق اور موزوں ہے اور وہ تمام لوگوں میں سلامتی سے سب سے زیادہ قریب اور فتنوں سے محفوظ ہیں۔ اور بس۔

جو دل سماع سُن کر دنیا کی محبت میں اور بھی زیادہ گرفتار ہو جاتے ہیں اِن کے لئے سماع تکلیف دہ ہے۔ کسی بزرگ سے سماع میں تکلف کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ مقلّف یہ تکلف منفعت دنیاوی اور طلبِ مال کے لئے اختیار کرے، تو یہ فریب اور خیانت ہے دوسرا تکلّف سماع میں یہ ہے کہ اس کو طلب حقیقت کے اختیار کیا جائے۔ جیسے کوئی اپنے اندر با تکلّف وجد کی صورت پیدا کرے تا کہ اس پر وجد طاری ہو جائے تو یہ کیفیت ایسی ہے جیسے بہالتِ قرار رونے کی کوشش کرے۔

سماع کے اجتماع کو بدعت کہنے والا

کوئی یہ کہتا ہے کہ سماع کے لئے اجتماع کی یہ ہیت مخصوصا بدعت ہے تو اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بدعت تو وہ ممنوع عمل ہے جو کسی ایسی سنت کے خلاف ہو جس کا حکم دیا گیا ہو اور اگر ایسی صورت نہیں ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بطور مثال یوں سمجھئے کہ کوئی شخص کسی آنے والے کے استقبال کے لئے کھڑا ہو جائے تو عربوں میں بھی یہ رسم نہیں تھی۔ لہٰذا کیا اسکو ترک کرنا ضروری ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسولِ خدا جب کہیں تشریف لاتے تو آپ کے لئے بھی لوگ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ عربوں میں اس کا دستور نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص کسی کے استقبال کے لئے کھڑا ہو جائے تو

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی اس طریقے کو ترک کر دے تو دلوں میں رنجش پیدا ہو گی یہ طریقہ آداب مجلس میں شمار ہونے لگا ہے۔ پس یہ ایک ایسی بدعت ہے جو جائز ہے۔ یہ کسی تسلیم شدہ یعنی سنت ماثورہ کے خلاف نہیں ہے۔ یہی حال محفلِ سماع کا ہے کہ وہ کسی سنتِ ماثورہ میں مزاحم یا اس کے خلاف نہیں ہے۔

مجلسِ سماع کا انعقاد بر بنائے نفس

ہم نے گذشتہ اوراق میں سماع کے جواز کی متعدد صورتیں بیان کی ہیں۔ اور اس سلسلے میں اہلِ صدق و صفا کے آداب اور طریقے بھی بیان کئے ہیں لیکن چونکہ اس دور میں اس کی وجہ سے بہت سے فتنے رونما ہو گئے ہیں اور سماع کی پاکیزگی ان فتنوں کے باعث زائل ہو گئی ہے اور ابنائے زمانہ میں اس کا ذوق و شوق اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اعمال حسنہ میں انہوں نے کمی کر دی ہے اور لوگوں کی حالتیں اس قدر بگڑ گئی ہیں کہ سماع کی محفلیں بڑی کثرت سے قائم ہونے لگی ہیں نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض لوگ تو ان اجتماعات میں کھانا کھلاتے ہیں۔ اب دلی رغبت کے حصول کے لئے یہ اجتماع منعقد نہیں ہوتا جیسا کہ مخلص درویشوں کا طریقہ تھا بلکہ اب تو محض نفسانی خواہشات کی تحریک اور سیر تماشے کے لئے ایسے اجتماعات ہوتے ہیں۔

جس کے نتیجہ میں مریدوں کی روحانی ترقی منقطع ہو گئی ہے۔ اور اب اس طریقے سے سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور مزید براں یہ کہ اس سے لطفِ عبادات بھی گھٹ گیا ہے۔

اب ایسے اجتماعات کا مقصد نفسانی خواہشات سے محظوظ اور عیش و عشرت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بس ایسے اجتماع اور ایسی محفلِ سماع اربابِ صدق و صفا کی نظر میں ناجائز و مردود ہے۔ ان حضرات کی نظر میں سماع

صرف عارف، وخدارسیدہ بزرگ کے لئے جائز ہے، مبتدی مرید کے لئے یہ مباح وجائز نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد گرامی

آپ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ یہ مشاھدہ کرے کہ مرید کو سماع کا شوق ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں سستی اور اس کے ذوق عبادت میں تکاہل وتساہل باقی ہے روایت ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے سماع کو ترک کر دیا تھا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلے تو آپ سماع سے رغبت رکھتے تھے اور اب کیوں ترک کر دی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کس کے ساتھ سنتا تھا لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے لئے سنتے تھے، آپ نے فرمایا "کن لوگوں سے سنتا تھا خود ہی فرمایا اس کے اہل کے ساتھ سنتے تھے۔ پھر جب ایسے لوگ نایاب اور ناپید ہو گئے تو چھوڑ دیا لہذا جب ایسی روحانی صحبت ختم ہو جائے تو سماع کو ترک کر دینا چاہیئے۔

پس مشائخ نے سماع کو اس کے قیود اور آداب کے ساتھ اختیار کیا تھا اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ آخرت کو یاد کر کے جنت کی طرف راغب ہوں اور دوزخ سے محفوظ رہیں۔ یہ محفلیں کبھی کبھار ہوتی تھیں، آج کل کی طرح ہر روز نہیں ہوتی تھیں ان حضرات نے اس کو اپنی عادت نہیں بنایا تھا کہ اس کی وجہ سے اوراد اور وظائف ہی کو ترک کر دیا جائے۔

گانا مکروہ اور باطل شے ہے

حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے! انہوں نے کتاب القضا میں کہا ہے کہ غنا (گانا) جو لہو کے لئے ہو وہ مکروہ ہے اور باطل سے مشابہ ہے، نیز ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کثرت کے ساتھ سُنے وہ بیوقوف ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔ امام شافعیؒ کے تمام اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر محرم عورت سے سماع جائز

نہیں ہے۔ خواہ وہ آزاد ہو، یا کنیز، بے نقاب ہو یا پردے کے پیچھے ہو۔ حضرت امام شافعی رضؓ فرماتے ہیں کہ بانسری بجانا ممنوع ہے اس کو بے دینوں نے ایجاد کیا تھا تاکہ وہ اس میں مشغول کر کے لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹا دیں۔ انہوں نے فرمایا اچھی آواز کے ساتھ قرآن خوانی میں کوئی حرج نہیں۔ امام مالک رضؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کنیز خریدے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ گانے والی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اسے واپس کر دے اور یہی تمام مدینے والوں اور امام ابو حنیفہ رحؒ کا مسلک ہے۔

گانا سُننا گناہ ہے

گانا سُننا گناہ ہے، اس کو سوائے چند فقہا کے اور کسی نے جائز قرار نہیں دیا اور جن فقہا نے اس کو جائز قرار دیا ہے وہ بھی متبرک مقامات اور مساجد میں کھلم کھلا اس کا سُننا جائز قرار نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو و لعب کی باتیں خریدتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (اے شیطان اگر سکے تو ان میں سے جس کو چاہے اپنی آواز سے پریشان کرے) حضرت مجاہد رحؒ فرماتے ہیں کہ اس ارشادِ باری میں شیطان کی آواز سے راگ اور ساز مراد ہیں۔

حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا!

كَانَ اِبْلِيْسُ اَوَّلَ مَنْ نَاحَ وَاَوَّلَ مَنْ تَغَنّٰى ۝ سب سے پہلے ابلیس نے نوحہ کہا اور ابلیس ہی نے سب سے پہلے گانا گایا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا!

"میں نے دو بد مآل آوازوں سے منع فرمایا ہے، ان میں ایک آواز گانے کی ہے اور ایک آواز مصیبت کے وقت (گریہ زاری) کی ہے۔"

حضرت عثمان رضؓ کا ارشاد ہے کہ جس روز سے میں نے سرورِ کائنات ؐ سے

بیعت کی ہے اس روز سے میں نے آج تک نہ گانا گایا اور نہ اس کے سننے کی آرزو کی اور نہ سیدھے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ "گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے" روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر (ایک دفعہ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو احرام باندھے ہوئے تھے اور ان میں ایک شخص گانا گا رہا تھا" آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ خدا تمہاری نہیں سنے گا (آپ نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا) ایک شخص نے قاسم بن محمدؒ سے گانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اس شخص سے کہا "میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں اور تمہارے لئے اس کو مکروہ جانتا ہوں" یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ حرام ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا تو سمجھ لو کہ گانا کس میں شامل ہوگا (یعنی گانا باطل میں شامل ہے)۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ گانا زنا کا منتر ہے حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ راگ دل کو فساد میں مبتلا کرنے والا یعنی دل کو بگاڑنے والا اور پروردگار کو ناخوش کرنے والا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے! راگ سے بچو! کہ راگ شہوت کو زیادہ اور مروت اور آدمیت کو تباہ کرنے والا ہے۔ راگ شراب کا قائم ہے اور نشہ کی طرح کام کرتا ہے۔

بیشک ان بزرگ کا یہ قول صحیح ہے کہ جو شخص موزوں طبع ہے وہ تو راگ اور اشعار سن کر ہوش میں آتا ہے لیکن جو نفس کا بندہ ہے سماع اسے ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے جن کو وہ خود پسند نہیں کرتا انگلیاں پچانا اور چٹخانا، تالیاں بجانا اور رقص کرنا، تو اس موقع پر اس سے ایسے کام سرزد ہوتے ہیں جن کو بدفعلی کے سوا اور کیا کہا جائے اور اس سے بے وقوفی کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا شعار اور اس

سلسلہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو یہ منقول ہے کہ آپ نے اشعار سماعت فرمائے تو اشعار کا سننا گانے کے جواز کی دلیل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ شعر تو کلامِ منظوم کا نام ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ کلام ہے وہ کلامِ منصور ہے جو کلام (خواہ منظوم ہے یا منشور) عمدہ ہے وہ اچھا ہے جو کلام بُرا ہے وہ بُرا ہے، لیکن غنا (صرف کلام منظوم سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ) الحان سے پیدا ہوتا ہے (سُروں کے امتزاج سے راگ راگنیاں پیدا ہوتی ہیں) اب الفاف شرط ہے کہ اس زمانے کے مطربوں کا تصوّر کیجیے کہ مغنّی دف ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے اور مجیرہ جی کے ہاتھ میں مجیرے ہیں اب ذرا غور کریں کہ کیا اس قسم کی نشست اور شعر خوانی بہ ہیئت حضورِ سرورِ کائنات صلعم میں ہوسکتی تھی یا اس طرح کی ہوتی تھی اور کیا قوال قوالی گانے کے لئے لایا جاتا اور لوگ اس سے قوالی سننے کیلئے اسی طرح جمع ہوتے تھے؟

بیشک وشبہ ہر شخص اس کے جواب میں یہی کہے گا کہ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں یہ بات نہیں تھی پس غور کرنا چاہیئے کہ اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو حضورؐ اور آپؐ کے اصحاب اس سے کس طرح یوں بے اعتنائی فرماتے، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ گانا سُننا یا قوالی سننا) تو ایک فضیلت کا کام ہے۔ اور اس کے سرانجام دینے کے لئے اجتماع ضروری ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ رسولِ اکرمؐ اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے مدارج روحانی اور ان کے اعلیٰ ذوق وشوق سے واقف نہیں ہے بلکہ بعض متاخرین نے چونکہ اس فعل کو بنظرِ استحسان دیکھا اس کو مستحسن کہا ہے وہ اسی سے مطمئن رہے، بہت سے لوگ اس سلسلے میں مغالطہ میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب ان کے سامنے سلفِ صالحین کی روایت پیش کی جاتی ہیں تو وہ اس کے جواب میں متاخرین (مشائخ) کی روایات پیش کرتے ہیں حالانکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلافِ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہدِ باسعادت سے (بہ نسبت متاخرین کے) زیادہ قریب تھے۔ اور ان طریقہ مسلک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس طریقے سے زیادہ مشابہہ تھا۔

تلاوتِ قرآن سُن کر وجد کرنا

بہت سے ایسے درویش بھی دیکھے گئے ہیں کہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت بھی بعض حرکات کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ غلبۂ شوق اور وجد سے خالی ہوتے ہیں (کہ آپ کے زمانے میں) جب قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو رواں ہوتے تھے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے کہا کہ آج کل تو یہ حالت ہے کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت ان کے سامنے ہوتی ہے تو لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی غش کھا کر گر پڑتا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا "میں بھٹکائے ہوئے شیطان سے پناہ مانگتا ہوں۔"

منقول ہے۔ کہ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ایک عراقی کے پاس سے گزرے جو وجد میں تقنع کے ساتھ گرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ یہ حرکت کیوں کر رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جب اس شخص کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کے ذکر کو سنتا ہے تو وہ اسی طرح گر پڑتا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں مگر کبھی ایسا نہیں کرتے تھے۔ یعنی گرا نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابنِ سیرّین کا ارشاد

حضرت ابنِ سیرین کے سامنے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو وہ گر پڑتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جائے پھر اس کے سامنے قرآن پاک اوّل سے آخر تک پڑھا جائے اور اس وقت وہ جذبہ سے سرشار ہو کر چھت سے گر پڑے، تب وہ سچا ہے۔

حضرت ابن سیرین کا یہ قول مطلقاً انکار پر مبنی نہیں ہے۔ کہ کبھی کبھار صادق الحال درویشوں سے بھی ایسی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں۔ البتہ ان کا یہ قول ان لوگوں کے خلاف ہے۔ جو بناوٹ اور تصنع کے ساتھ ایسی حرکات کرتے ہیں اور ان دنوں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ عمل تصنع اور ریا پر مبنی ہے۔ اور بعض لوگوں سے ایسی حرکات ان کی کم علمی اور جہالت کے باعث سرزد ہو جاتی ہیں اور اس میں نفس کی آمیزش بھی ہے کہ ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کی ایسی حرکات مذہبی حیثیت سے مضرت رساں ہیں اور نفس کی یہ عادت ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر چھپ چھپا کر باتیں سن لیتا ہے اور اپنی حدوں سے تجاوز کر جاتا ہے بہر صورت یہ بات صداقت اور حقیقت پسندی سے بہت دور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بار اپنی قوم کے سامنے وعظ فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے متاثر ہو کر اپنی قمیض پھاڑ ڈالی یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنی قمیض کیوں پھاڑتا ہے بلکہ اپنے دل میں شرح اور وسعت پیدا کر۔

امرد غلام کا سماع مکروہ ہے

اگر سماع کسی امرد (بے ریش نوجوان) سے سنا جائے تو فتنہ پیدا ہونے کا امکان ہے اس لئے اہل حقیقت نے اس کو پسند نہیں کیا ہے۔ بلکہ مردہ سمجھا ہے یعقوب بن الولید کا قول ہے کہ اہل حق ایک امرد (بے ریش لڑکے) کی طرف دیکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

شیخ عطا فرماتے ہیں کہ جب دیدار کے نتیجہ میں دل میں خواہش پیدا ہو،

وہ فلاح وخیر سے خالی ہے ایک تابعی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک پرہیزگار اور متقی نوجوان کیلئے ایک وحشی درندے سے بھی زیادہ خطرناک اس امرد کو سمجھتا ہوں جو اس کی صحبت میں رہتا ہے (امرد کی صحبت وہم نشین متقی نوجوان کے لئے درندہ سے زیادہ خطرناک ہے) ایک اور تابعی بزرگ کا قول ہے کہ لوطی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو دیکھتے ہیں دوسرے وہ جو مصافحہ کرتے اور بغل گیر ہوتے ہیں (یعنی امرد کو لپٹاتے چمٹاتے ہیں) تیسرے وہ لوگ جو لواطت کے مرتکب ہوتے ہیں پس صوفیائے کرام کے لئے ان باتوں سے بچنا ضروری ہے بلکہ ان کو چاہیئے کہ مشتبہ مقامات سے بھی پرہیز کریں کہ تصوف تو سراپا اور سراپا سعی و عمل کا نام ہے (پس ان سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہونا چاہیئے جو صدق وصفا کے منافی ہو) ایک بزرگ کا قول ہے کہ تصوف سراپا جد وجہد کا نام ہے۔ اس میں کسی ہزل (نامعقول بات) کو شامل نہ کرو بہرحال وہ یہ روایات ہیں جو سماع سے اجتناب پر اکساتی ہیں اور ان سے سماع سے پرہیز ثابت ہوتا ہے۔

اس سے پہلے باب میں سماع کا جواز مشروط طریقے سے ثابت ہوچکا ہے اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ سماع کو مذکورہ بالا برائیوں سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے اور ہم نے متعدد استعار اور راگوں کے مابین فرق سے اس کو بھی واضح کردیا ہے، بہرحال یہ ایک حقیقت ہے (جس کو چھپایا نہیں جاسکتا) کہ صالحین حضرات کی ایک جماعت جو سماع نہیں سنتی ہے، لیکن یہ حضرات ان لوگوں کو برا نہیں سمجھتے جو حسن نیت اور تمام آداب کے ساتھ سماع سنتے ہیں۔

باب ۳

سماع اور وجد کی حقیقت استغنا اور علو مرتبت کے لحاظ سے

یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ وجد کے ذریعے انسان اس چیز کو

پاتا ہے، جیسے کھو چکا ہے (کھوئی ہوئی چیز کا احساس ہوتا ہے) پس جس شخص نے
کوئی چیز کھوئی ہوئی نہیں ہے وہ پائے گا کیا اگر گمشدگی کی یہ کیفیت نہیں ہے تو
وجد کی کیفیت بھی پیدا نہیں ہوگی۔ گمشدگی کی کیفیت کا وجود اس اعتبار سے ہے کہ
جب بندے کا وجود اپنی صفات اور اس کے باقی ماندہ احوال سے متصادم ہوتا ہے
پس اگر بندہ خالص ہے یعنی جس نے خالص بندگی اختیار کی ہے وہ ہر چیز سے آزاد
ہوکر وجد اور حال کی کثرت سے الگ اور آزاد ہو گیا۔ اس لیے کہ وجد و حال تو اسی
بقایا کا اشکار کرتا ہے جو عنایات و انعامات الٰہی کے پیچھے رہنے سے پائی جاتی ہے
(وجد میں وہ انہی چیزوں کو پاتا ہے جو انعامات الٰہی سے اس کو حاصل نہیں ہوئی
تھیں۔

شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتنا زبوں حال ہے وہ شخص جو
محرکات کا محتاج ہو (کسی تحریک سے ذوق و شوقِ محبت پیدا ہو) اس اعتبار سے
سماع کا وجد ایک حق پرست انسان پر بھی ویسا ہی اثر کرتا ہے جیسا ایک باطل
پرست پر یہ دونوں قسم کے لوگ (حق پرست و باطل پرست) باطنی طور پر وجد
سے متاثر ہوتے ہیں ان کی ظاہری حالت پر بھی اس کا نمایاں اثر مرتب ہوتا ہے
جس کے نتیجہ میں ان کے جذبات و کیفیات بھی تبدیل ہوتے ہیں لیکن ان دونوں کی
کیفیات میں فرق ہوتا ہے۔ اور فی مابین فرق یہ ہے کہ جو باطل پرست ہے وہ
اپنی نفسانی خواہشات کی بناء پر وجد میں آتا ہے۔ اور حق پرست اپنے ارادہ دلی کی
بدولت وجد کرتا ہے اسی لحاظ سے یہ کہا گیا ہے کہ سماع سے خاص قلب میں حرکت
پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس سے وہ چیز حرکت کرتی ہے جو دل میں موجود ہے (یعنی خواہشات
جذبات) لہٰذا جس کا باطن غیر اللہ وابستہ ہے سماع اس کو بھی متاثر کرتا ہے۔
اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی بناء پر وجد میں آتا ہے۔ اور جس کا باطن اللہ کی

محبت سے وابستہ ہے وہ اپنے ارادہ قلب کے ساتھ وجد کرتا ہے۔

باطل پرست حجاب نفس میں چھپا ہوا ہے اور حق پرست قلب کے حجابات میں پنہاں ہوتا ہے لیکن نفس کا حجاب ارضی وظلمانی ہے اور قلب کا حجاب سماوی ونورانی ہے۔ پس جو شخص شہود حق کی تجلیاں کے دوامی مشاہدے کے باعث گم ہونے سے محفوظ ہے اور وجود کے دامنوں سے اس کو لغزش پیدا نہیں ہوئی ہے (موجودات کے مشاہدے باعث شہود حق سے غافل نہیں ہوتا) وہ سماع نہیں سنتا۔ تو سن کر وجد میں نہیں آتا

حضرت ممشاد دینوری کا ارشاد

حضرت ممشاد دینوری کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن میں قوال موجود تھا) جب اُن لوگوں نے آپ کو اپنے پاس دیکھا تو وہ لوگ خاموش ہو گئے (قوالی بند کر دی) آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم جس شغل میں مشغول ہو اس کو جاری رکھو، خدا کی قسم اگر دنیا بھر کے تماشے (لہو ولعب) میرے کان میں بھر دیئے جائیں تب بھی وہ میرے شغل اور میرے کام میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی وہ میری بیماری دور کر سکتے ہیں۔

پس وجد روح کی چیخ وپکار ہے اگر وجد کرنے والا باطل پرست ہے تو گرفتار نفس ہو جاتا ہے اور اگر حق پرست ہے تو گرفتار قلب بن جاتا ہے پس دونوں صورتوں میں وجد وحال کا تعلق روح سے ہے۔

وجد کس طرح پیدا ہوتا ہے

کبھی کبھار اشعار کے معانی ومطالب کے سمجھنے سے وجد پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی صرف نغموں اور راگوں سے وجد پیدا ہوتا ہے اگر کسی شخص میں وجد فہم معانی اور مطالب سے پیدا ہوا اور وہ سامع باطل پرست ہے۔ جب اس

باطل پرست کا نفس روح کے ساتھ سماع میں شریک ہو جاتا ہے اور اسی طرح حق پرست کا دل روح کے ساتھ شریک ہوگا لیکن وہ سماع جو محض نغموں پر محدود منحصر ہے اس میں صرف روح شریک ہوتی ہے۔ البتہ باطل پرست کا نفس اور حق پرست کا دل چوری چھپے اُس کو سنتا ہے۔

روح کا نغموں سے لذت یاب ہونا اس وجہ سے ہے کہ عالمِ روحانی حُسن و جمال کا مجموعہ ہے اور کائنات میں تناسب کو پسند سمجھا گیا ہے۔ قولاً بھی فعلاً بھی نیز شکل وصورت کا تناسب بھی روحانیت کی میراث ہے۔ پس جب روح عمدہ نغمات اور متناسب آوازیں سُنتی ہے۔ تو متناسب اور ہم جنس ہونے کے باعث ان کا اثر قبول کر لیتی ہے۔ لیکن عالمِ حکمت کے مصالح کے پیشِ نظر اُسے شرعی قیود سے مقید کر دیا گیا ہے (ورنہ عجیب فتنے پیدا ہو جاتے) اور ان پابندیوں پر عمل کرنے ہی پر انسان کے حالِ مستقبل کی فلاح کا انحصار ہے۔

نغمات سے لطف اندوز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نغمات ایسے رموز واشارے ہیں جن سے روح چپکے چپکے نفس سے باتیں کرتی ہے۔ اور جس طرح عاشق و معشوق کے درمیان اشارے اور کنائے ہوتے ہیں۔ اسی طرح نفس اور روح کے مابین اشاروں اور کنایوں سے باتیں ہوتی ہیں اور نفس روح کے درمیان حقیقی عشق و محبت کا تعلق موجود ہے چنانچہ روح کو مذکر استعمال کیا جاتا ہے۔ (عاشق ہے) اور نفس کو مونث (وہ معشوق ہے) اور مذکر و مونث کے درمیان عشق و محبت کا پایا جانا ایک فطری امر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

ہم نے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ آرام و سکون پائے۔

اس ارشادِ ربانی میں ان تعلقات کا ذکر ہے جو باہمی تلازم اور میل یعنی عشق و محبت کا سبب ہیں لہٰذا روح نغمات کو اسی لئے پسند کرتی ہے

کہ وہ عاشقوں کے درمیان راز دنیاز کا ایک واسطہ ہیں جس طرح عالم حکمت میں حضرت حوّا علیہا السلام کی آفرینش و تخلیق حضرت آدم علیہا السلام سے ہوئی اسی طرح عالم قدرت میں نفس کو روحانی روح سے پیدا کیا گیا اسی وجہ سے میں یہ تعلق پیدا ہوگیا کہ نفس روح روحانی کے باعث اس کا ہم جنس بن گیا۔ اور تمام روحانی ارواح میں صرف اس کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ وہ روحانی روح کے زیادہ قریب ہے۔ لہٰذا اس ظاہری عالم کے آدم وحوّا کی طرح چونکہ نفس بھی (حوّا علیہا السلام) کی طرح روحانی روح سے پیدا ہوا ہے۔ اس سبب سے ان کے درمیان عشق و محبت کے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان میں سے ایک مذکر ہے۔ اور دوسرا مونث (نفس مونث ہے اور روح مذکر ہے۔ روح عاشق ہے اور نفس معشوق) لہٰذا روح کو نغمات اسی وجہ سے پسند ہیں کہ وہ عاشق و معشوق کے درمیان مراسلت و مکالمت کا کام دیتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

شمس اپنی ترجمان ہیں، ایسی آنکھوں کو سلام ہم تو ہیں خاموش لیکن عشق ہے محوِ کلام۔

جب روح نغمات سے محفوظ اور لذت اندوز ہوتی ہے۔ تو اس نفس پر جو بیمار محبت ہے۔ وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اور اس سے متعلق ہر چیز وجود میں آجاتی ہے اسی طرح قلب جو ارادوں کا معمول ہے۔ وہ بھی ان، اندرونی کشاکش کے باعث وجود میں آجاتا ہے۔ یعنی:۔

مئے کشی کے وقت اک جرعہ زمین کو بھی دیا ہم کرمنوں سے اسے بھی ایک حصہ مل گیا

لیکن باطل پرست کا نفس اس کے قلب کی زمین ہے اور حق پرست کا قلب اس کے آسمانی روح کی زمین ہے۔

ایک جوہر کامل کا مقام

وہ شخص جو کامل مردوں کے مقام عالی پر پہنچ گیا ہے اور مختلف عارضی کیفیات سے آزاد ہے وہ تو ایک جوہر کامل ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا ع ا کی طرح اپنے نفس اور اپنے قلب کی پاپوش کو مقصد وادی میں چھوڑ کر سلطان باجبروت کے حضور حقیقت میں پہنچ جاتا ہے اور تجلیات الٰہی کے انوار کے ذریعے اس نے (ان فانی) آدازوں کے اجرام کو جلا دیا ہے۔ اور اس کی روح اسوقت اپنے محبّ کے راز و نیاز کی طرف متوجہ نہیں ہے کیونکہ اسوقت وہ آثار انوارِ محبوب کے مشاھدے میں مشغول ہے' وہ عاشق جو خود ضاجر ہے (یعنی سرگردان ہے) وہ دوسرے عاشقوں کی ظلمتوں کے دور کرنے کی کس طرح فکر کرسکتا ہے۔ پس ایسا شخص جو اس مقام پر فائز ہو' سماع کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا ہے اور جب نغمات اپنی اس لطافت اور روحانی دلکشی کے باوجود اس کی روح پر اثر انداز نہیں ہو سکتے تو پھر الفاظ و معنی کے اثر انداز ہونے کی کہاں گنجائش، کہ وہ تو ان نغمات سے بھی زیادہ کثیف ہیں وہ دل جو لطیف اشارات کے بار کا محمل نہیں ہو سکتا وہ عبارات کے بارگراں کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے۔

وجد ایک وارداتی کیفیت ہے:۔ وجد اس وارداتی کیفیت کا نام ہے جو خداوند بزرگ و برتر کی طرف سے وارد ہوتی ہے لیکن جس بندے کا مقصود خود ذاتِ الٰہی ہے وہ اس عطا کردہ واردات پر اکتفا اور قناعت نہیں کرسکتا اور جو شخص قربِ الٰہی کی منزل پر ہے اس شخص کو یہ واردات اپنی طرف مائل نہیں کرسکتی ہے (پس ایسا شخص وجد سے بے نیاز ہوتا ہے) اس لئے کہ یہ واردات خداوند مجد وعلا سے موری اور بُعد کی مظہر ہیں، مقرب بندہ ان واردات سے اس لئے بے نیاز ہوتا ہے کہ جس کو قربِ الٰہی میسّر آگیا اس کو سب کچھ میسّر ہوگیا پس وہ ان واردات کی طرف متوجہ ہو کر کیا کرے۔

مقامِ قرب بعد، وجد کی منزل پر پہنچتا ہے

علاوہ ازیں وجد ایک آگ ہے اور مقرب بندے کا دل سراپا النور ہے چونکہ نور نار سے لطیف تر ہے اس لئے وہ سراپا النور قلب پر مؤثر نہیں ہوسکتی اس لئے کہ کثیف شے کا غلبہ لطیف شے پر ناممکن ہے پس جب تک ایسا مقرب بندہ اور مردِ کامل اس جادۂ استقامت راہِ قربت پر کامزن رہے گا۔ اور اپنے جسمانی رجحانات کے باعث اپنے اس مقررہ راستے سے (راہِ قربت) منحرف نہیں ہوگا۔ اس پر سماع کے ذریعے وجد طاری نہیں ہوسکتا لیکن جب اس میں فتور و قصور پیدا ہوجائے یا خداوندِ محسن کی جانب سے وہ کسی آزمائش میں ڈال دیا جائے۔ اور وہ اس ابتلا کی مختلف صورتوں کو برداشت کرنے لگے۔ تو اس وقت چونکہ وہ اپنے وجود کی دنیا میں داخل ہوجائے گا تو اس ابتلا کے باعث وہ حجاب القلب کی طرف لوٹ آئے گا پس اگر کسی خدارسیدہ شخص کے قدم ڈگمگا جائیں اور وہ مقامِ قلب پر گر جائے تو یہاں سے وہ مقامِ نفس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ (مقامِ قلب پر پہنچ کر قدموں کی لغزش اس کو مقامِ نفس پر پہنچا دیتی ہے)

ہمارے ایک شیخ نے فرمایا کہ ایک شخص سماع میں وجد کرنے لگا کسی بزرگ نے ان سے کہا کہ یہ کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرے اندر کوئی چیز گھس گئی ہے جس نے مجھے وجد کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔

حضرت شیخ سہیل تستری رح کے ایک ساتھی نے بیان کیا کہ میں حضرت شیخ سہیل کے ساتھ مدتوں تک رہا لیکن میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ تلاوتِ قرآن یا کسی اور چیز کی سماعت سے ان کی طبیعت میں تغیر آیا ہو۔ جب ان کی عمر کا آخری حصہ تھا۔ تو ایک بار ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی گئی۔ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ (آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا)

یہ آیت سن کر سہیل لرزہ براندام ہو گئے اور قریب تھا کہ گر پڑیں! جب میں نے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا کہ میں کمزور ہو گیا ہوں اسی طرح ایک مرتبہ انہوں نے یہ آیت سنی: اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (آج کے دن بادشاہت اور حکومت مہربان خدا کی ہو گی) یہ سنتے ہی وہ مضطرب اور بے چین ہو گئے جب ان کے ساتھی ابن سالم نے ان سے سبب دریافت کیا تو فرمایا! میں کمزور ہو گیا ہوں۔ یہ سن کر لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! اگر کمزوری یہ ہے تو طاقت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا روحانی طاقت یہ ہے کہ شیخ پر جب کوئی وجد طاری ہو تو وہ اس کے ذریعے اس کیفیت وجد کو برداشت کرے اور یہ عارضی جذبہ اس میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کر سکے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ارشاد

اسی قسم کا ایک ارشاد حضرت ابوبکر رضؓ کا ہے آپ نے فرمایا کہ ہم ایسے تھے لیکن تلاوت قرآن کے موقع پر کسی کو روتا دیکھ کر ہمارے دل بھی سخت ہو گئے ہیں! اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اب قرآن کریم کی تلاوت کی ہیبت تاثیر سے دل مانوس ہو گئے ہیں اور اس کی تاثیر اور تجلیات سے اس قدر آشنا ہو چکے ہیں کہ اب وہ کوئی نئی اور عجیب چیز معلوم نہیں ہوتی جس کے باعث طبیعت میں تغیر اور انتشار پیدا ہو" اسی کے مطابق ایک بزرگ کا یہ قول ہے کہ میری روحانی کیفیت اور حالت نماز سے پہلے بھی ویسی ہی ہوتی ہے جیسی نماز کے بعد" اس قول میں اسطرف لطیف اشارہ ہے کہ میری حالت شہود یعنی شہود حق کی حالت میں استمرار ہے (ہر حال میں یکساں ہے۔ اس لحاظ سے بزرگوں کی حالت ہر صورت میں اور ہر حال میں خواہ سماع ہو یا نہ ہو، یکساں ہوتی ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ بغدادی کا ارشاد ہے کہ اگر علم میں اضافہ ہو جائے تو اس کے ساتھ وجد و حال کی کمی نقصان دہ اور مضر نہیں ہے بلکہ علم کا اضافہ زیادہ اہم ہے وجد و حال کے اضافہ سے شیخ حماد کا قول ہے کہ گریہ زاری وجود کا باقی حصہ ہے بہر حال جو لوگ اشعاروں اور کنایوں کے سمجھنے والے ہیں. ان کے لئے یہ تمام اقوال جو ہم نے پیش کئے ہیں مفاہیم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تر ہیں. ان میں فرق اور تبائن نہیں ہے. لیکن ایسے لوگ اس زمانے میں کمیاب ہیں.

سماع کے وقت گریہ وزاری

سماع کے وقت کچھ لوگوں پر رقت طاری ہو جاتی ہے وہ گریہ زاری کرنے لگتے ہیں اس گریہ وزاری کے محرکات الگ الگ ہوتے ہیں کچھ لوگ خوفِ الٰہی سے ڈرتے ہیں اور کچھ شوق و محبت کے اہتزاز سے اشکبار ہو جاتے ہیں. اور کچھ عفورِ مسرت سے آنسو بہانے لگتے ہیں چنانچہ شاعر کہتا ہے.

ہے تن بدن میں میرے یہ عالم سرور کا ۔ میں اس نشاط بخش کی عظمت سے رو دیا
آپکے التفات نے بخش دی ساری کائنات ۔ آپ جو مسکرا دیئے، درد کو دل بنا دیا!

(شمس بریلوی)

سماعِ عوام ۔ حضرت ابوبکر الکنانیؒ فرماتے ہیں کہ عوام کا سماع ان کی طبیعت کا اقتضا ہے لیکن مریدوں کے سماع رغبت طبعی اور خدمت و رجا کا دخل ہے اولیاء اللہ کا سماع اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعامات کے پانے کے باعث عارف کامل کا سماع

مشاہدہ حق پر مبنی ہے۔ لیکن اہلِ حقیقت کا سماع کشف و مشاہدہ ہے پس ان طبقات میں سے ہر ایک طبقہ کا ایک مخصوص مقام ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب یہ واردات ظہور میں آتی ہے تو وہ کسی نہ کسی شکل میں متصادف ہوتی ہے۔ اور اسی کا روپ دھار لیتی ہے یعنی جو موافق اور ہمنوا میسر آجاتا ہے اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ یہ اہلِ سماع کے روحانی تصورات اور ان کی باطنی کیفیات ہیں مگر ابھی جو کچھ ہم نے سطور بالا میں بیان کیا ہے وہ ان لوگوں کا حال ہے۔ جو سماع کی احتیاج سے بالاتر ہے گریہ وزاری کی کیفیات کا یہ اختلاف مختلف نوعیتوں کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں یعنی خوف شوق اور سرور ان سب میں بلند اور اعلیٰ درجہ گریہ و سرور کا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص طویل سفر کے بعد اپنے اہل وعیال میں واپس آئے تو اس وقت وہ اپنے اہل وعیال کو دیکھ کر انتہائے مسرت سے آنسو بہانے لگے۔

گریۂ ادراک

گریہ زاری کا آخری سب سے بلند درجہ یہی ہے جو نایاب ہے اور جس کا بیان بھی نادر اور اس کی شرح نادر تر ہے۔ اس کی تصریح و تشریح اس وجہ سے نادر ہے کہ عوام کے فہم اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بالعموم اس کا ذکر انکار کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے استکبار کے ساتھ اسکو پوشیدہ رکھا جاتا ہے (اس تک پہنچ پاتے ہیں (جن کو یہ حاصل ہو جاتا ہے) یہ گریہ ادراک یا گریہ وجدان، گریہ ہمسرور و نشاط سے مختلف ہے یہ صرف حق الیقین کے درجہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس گریہ وجدان یا ادراک کا موجب یہ ہوتا ہے کہ حادث اور قدیم میں اس تباین و اختلاف کے باوصف جب تصادم ہوتا ہے تو عظمتِ الٰہی کی سطوت شعلہ زنی کرتی ہے اور اس سطوت اور رعب جلال کے باعث حادث سے آنسوؤں کا ترشح ہوتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے مختلف اجرام فلکی

کے تصادم سے بادلوں سے قطروں کا ترشح اور چکیدگی شروع ہوجاتی ہے گریہ کی قسم بہت نادر الوجود ہے بہر حال اس سے فنا کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو فنا کر کے اور قیود ہستی سے آزاد ہو کر تجلیات الٰہی میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ پھر اس مرتبہ سے ترقی کر کے مقام بقا پر پہنچ جاتا ہے اور پھر جب وہ عالم ہستی کی طرف لوٹ کر آتا ہے تو اس کے ساتھ گریہ وزاری بھی اپنی تمام سوزش و اقسام کے ساتھ واپس آجاتی ہے۔ پس اس وقت جیسی بھی صورت حال ہو اسی کے مطابق خوف، شوق، سرور اور وجدان کی کیفیات بھی رونما ہوتی ہے۔ ان مختلف کیفیات میں بظاہر بہت ہی لطیف سا فرق ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان کے مابین کافی فرق ہے جس کو ارباب تحقیق یعنی اصحاب حقیقت ہی معلوم ومحسوس کر سکتے ہیں مختصراً یہ کہ سماع کی کوئی نہ کوئی کیفیت اس کے ساتھ عود کر آئی ہے لیکن یہ سماع اس کے تابع ہوتا ہے۔ اور صاحب سماع اس طرح غالب ہوتا ہے کہ جب چاہے اس کو اختیار کرے اور جب اس کو ترک کرے اس وقت سماع کی حالت میں اس کا نفس مطمئن اور منور ہوگا لیکن اس حال میں نفس اپنی طبعی حالت سے مختلف ضرور ہوتا ہے کیونکہ اس نے سکون وطمانیت حاصل کر لی ہے جب یہ صورتحال پیدا ہوجاتی ہے تو اس وقت نفس سماع اس طرح لذت اندوز ہوتا ہے۔ جس طرح وہ مباح اور جائز لذتوں سے لذت یاب ہوتا ہے۔ اس وقت اُسے یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ ضوہ کی طرف متوجہ ہو یا اس میں اضافہ کرے اس سے اثر قبول کر دے یا اثر کو رد کر دے اس وقت اس نفس کی حالت اس بچے کی طرح ہوجاتی ہے جو آغوش پدر میں ہے اور باپ اس کی کچھ خواہش پوری کرے

شیخ ابو محمد الراشی کی سماع کے وقت کیفیت

کہتے ہیں کہ شیخ ابو محمد الراشی کا بالکل یہی حال اور یہی کیفیت تھی۔

کہ وہ اپنے ساتھیوں کو سماع میں مشغول کر کے خود ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ بالنیمہ سماع کے نغمات نمازی کی نماز کی طرح باطن میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اور جب نفس (غیر ارادی طور پر) اس سے محفوظ ہوتا ہے (اس وقت مقام روح اس کی وجہ سے اور بھی واضح اور صاف ہو جاتا ہے اور نفس روح سے دور ہو جاتا ہے۔ خواہ نفس اس صورتحال میں مطمئن ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ اپنی خلقت اور جبلت کے باعث روح سے اجنبی رہے گا اس وقت نفس کی دوری کی وجہ سے روح کو طرح طرح کے فتوح حاصل ہوتے ہیں پس اگر نماز کے وقت یہ نغمات (سماع) کانوں تک پہنچے بھی تو یہ نمازی کی مناجات اور کلمات نماز کے معانی کی تفہیم میں کس طرح حائل نہیں ہو سکتے بلکہ مصلیؔ کی صلوٰۃ بغیر کسی مزاحمت یا خلل کے پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی جس کی وجہ صاف ظاہر ہے یعنی ایمان کی بدولت اس کے سینے کو کھول کر مزید وسیع کر دیا گیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ محسن و منان ہے۔

سماع کچھ لوگوں کے لئے بمنزلہ دوا ہے

اسی اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سماع کچھ لوگوں کے لئے بمنزلہ دوا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت کے لئے روحانی غذا ہے۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کے لئے یہ صرف پنکھے کا کام کرتا۔

گریہ وزاری کے اقسام کے سلسلے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف ہے کہ آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو انہوں نے کہا کہ کیا حضور میں آپ کے سامنے قرآن پاک پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن مجید سنوں"۔

تب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

یہ آیت سن کر حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی طرح ایک روایت ہے کہ حضورؐ حجرِ اسود کے پاس آئے اسے چوما اور دیر تک اپنے لبِ مبارک اس پر رکھ کر اشکبار رہے، اور فرمایا "اے عمرؓ یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

پس جو شخص متمکن ہے اس کی طرف یہ اقسامِ بُکا عود کرتے ہیں۔ اور اس بُکا میں ایک فضیلت موجود ہے جس کو حضورؐ نے اپنی ذات کے لئے طلب فرمایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "الٰہی تو مجھے خوب رونے والی آنکھیں عطا فرما دے" یہ اشکباری اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اسی کے لئے ہے۔

محفلِ سماع میں کس طرح آئے

محفل سماع میں آنے کیلئے ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تصوف کی بنیاد صداقت پر رکھی گئی ہے۔ خواہ کوئی حالت ہو پس ایک طالب صادق کو خلوص نیت کے ساتھ محفل سماع میں حاضر ہونا چاہیئے مالازم ہیکہ اس محفل میں نفسانی خواہشات سے پرہیز کرے بلکہ اس کو یہ توقع رکھنا چاہیئے کہ یہاں آکر وہ مزید روحانیت حاصل کرے گا۔ پس جب وہ اس محفل میں آئے تو برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے جب محفل میں شامل ہو تو سچائی، متانت اور وقار کو ہر طرح باقی رکھے۔

شیخ ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہیکہ صاحبِ سماع کو چاہیئے کہ سماع میں شرکت سے ایسی لطف اندوزی اور حظ کی توقع نہ رکھے جس سے وہ مست اور مدہوش ہو کر وجد میں آئے اور اس پر جذبات و کیفیات کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ وہ متانت و وقار کو ہاتھ سے دیدیئے ہیں ایک طالب صادق کو چاہیئے کہ ان تمام حرکات سے حتی الامکان گریز کرے جو وجد میں لانے والی ہو سکتی ہیں۔ خاص طور پر مشائخ کرام کے سامنے ایسی حرکات ہرگز نہ دے۔

حکایت

ایک نوجوان حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رہتا تھا جب کبھی سماع سُنتا تھا تو چیختا تھا۔ اور اس کی حالت بالکل غیر ہو جاتی تھی ایک روز حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے فرمایا کہ اگر آئندہ تم سے سماع میں ایسی حرکت سرزد ہوئی تو تم کو میری صحبت ترک کرنا ہوگی،، آپ کی اس ہدایت کے بعد اُس نے ضبط کرنا شروع کر دیا جب وہ ضبط کرتا تھا تو اُس کے جسم سے پسینہ جاری ہو جاتا تھا۔ اور موٹے قطرے ٹپکتے تھے۔

آخر کار اُس نے ایک دن محفل سماع میں زور سے چیخ ماری اور اس چیخ کے ساتھ اُس کی روح پرواز کر گئی!

سماع کی لغزش بہت سے گناہوں کا موجب ہے

یہ امر صدق سے بعید ہے کہ بغیر وجد نازل ہوئے وجد کا اور بغیر حال کا دعویٰ کیا جائے۔ بلکہ یہ عین نفاق ہے۔ مشہور ہے کہ نصر آبادی اے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سماع کے بڑے حریص ہے

اُن کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے اُن پر اعتراض کیا ان کے اعتراض کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ سماع کا سننا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ہم ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کریں ان کے روحانی بھائی شیخ ابوعمرو بن بجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا اے ابو القاسم سماع میں جو لغزش واقع ہو جاتی ہے۔ وہ کئی سال تک غیبت کرنے سے بھی بُری ہے تاہم بیٹھ کر برسوں تک لوگوں کی غیبت کریں۔ تو سماع کی لغزش تو اس سے بھی بُری ہے اسوجہ سے کہ سماع کی لغزش میں اللہ تعالیٰ کے کئی گناہ ہیں ایک گناہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا ہے۔ یعنی مدعی ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو روحانیت بخشی ہے حالانکہ وہ اس سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگانا بدترین گناہ، دوسرے یہ کہ وہ اکثر حاضرین کو یہ فریب دیتا ہے کہ وہ لوگ اسکی نسبت حسن ظن رکھیں، اور فریب دینا ایک خیانت ہے یعنی دوغلاپن اور ناراستی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس نے ہم کو فریب دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے" تیسرے یہ کہ اگر وہ باطل پرست ہے اور لوگ اسکے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد لامحالہ اس سے ایسے امور سرزد ہوں گے جس سے ان حسن ظن اور عقیدت رکھنے والوں کی عقیدت میں فرق پیدا ہوگا۔ جسکی وجہ سے وہ بزرگوں سے بدعقیدہ ہو جائیں گے، چنانچہ اس طرح ان لوگوں کو نقصان پہنچے گا جن کو بزرگوں کے ساتھ حسن ظن ہے اور اپنے اس بدعقیدہ پن کے باعث وہ نیک بندوں کی اعانت سے بھی محروم ہو جائیں گے ان خرابیوں کے علاوہ بھی اس امر میں بہت سی خرابیاں پنہاں ہیں

جو غور و فکر کے معلوم ہو سکتی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ایسا جھوٹا مدعی شیخیت حاضرین مجلس کو مجبور کرے گا کہ وہ لوگ نشیت و برخاست میں اس کی تقلید اور پیروی کو اپنا شعار بنائیں اس طرح وہ خود بھی تصنع اور تکلف کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی باطل پرستی کی تقلید پر مجبور کرتا ہے۔ باینہمہ اسی محفل اور مجلس میں کچھ ایسے صاحبان بصیرت بھی ہوتے ہیں جو اپنے نور فراست سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ مدعی باطل پرست ہے۔ لیکن آداب محفل کا خیال رکھتے ہوئے اور ان کی پابندی کے باعث ایسے صاحبان بھی اس قسم کے بے جا تکلفات کے ارتکاب پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے گناہوں کی اگر تفصیل کی جائے تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مختصر یہ کہ ایسے معاملات میں خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور وجد و حال کی حرکتیں نہیں کرنا چاہیئے مختصر اس کے کہ رعشہ دار کی طرح رعشہ کی حرکت پر قابو نہ پا سکے یا چھینکے والے کی چھینک پر قابو پانا محال ہے۔ یا اُس کی حرکت وجد اس کی سانس کی طرح ہو جائے اس وقت قدرتی تقاضے (یا غیر ارادی طور پر) اس کا حرکت درست کرنا ہوگا۔

حضرت شیخ سری سقطی کا ارشاد

حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کرنے والا اس وقت نعرہ زن ہوتا ہے۔ جب اُس کی حالت ایسی ہو جائے۔ (بے خودی اس منزل پر آجائے) کہ اگر اس کے چہرے پر وار بھی کیا جائے۔ تو اسکو تکلیف اور درد کا احساس نہ ہو اہل وجد میں یہ حالت شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سماع اور وجد میں منہ سے ارادتاً اس طرح نعرہ نکل جاتا ہے جسطرح سانس لے رہا ہو، لیکن یہ نوعیت اور کیفیت اضطراری ہوتی ہے ارادی نہیں ہوتی بس جب ایسی حرکات اور نعروں کا ضبط کرنا ہی ضروری ہے تو کپڑے پھاڑنے سے پرہیز اور گریز تو اور بھی ضروری ہونا چاہیئے کیونکہ اسمیں ایک قباحت تو مال

کے ضیاع کی ہے اور ایک قسم کی فضول خرچی بھی۔

قوال کی طرف خرقہ پھینکنا غیر مناسب ہے

کپڑے پھاڑنے کی طرح گانے والوں کی طرف خرقہ پھینکنا بھی نامناسب البتہ اس صورت میں جبکہ ہر کیفیت اضطراری ہو اور اسمیں ریاکاری اور تصنع کا شائبہ نہ ہو ایسی صورت میں گانے والوں کی طرف خرقہ پھینکنے میں کوئی قباحت نہیں ہے حضرت کعب بن ظہیر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپنے وہ قصیدہ پیش کیا جسکا مصرعہ اول یہ ہے۔

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِیْ الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ۔

جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ وَبِسَیْفِ یَسْتَضَادُ بِہٖ مُهَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ۔

یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سماعت فرماکر دریافت فرمایا تم کون ہو؟ اسکے جواب میں پہلے حضرت کعب نے کہا۔

پھر کہا کہ حضور کعب بن زبیر ہوں احضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک جو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ ان کی طرف اچھال دی۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے حضرت کعب بن زبیر کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ہمارے ہاتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ردائے مبارک دس ہزار درہم میں فروخت کردو تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مقدس پوشاک پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آخر کار جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ،

نے ان کی اُولاد سے یہ روائے مبارک بیس ہزار درہم کے عوض حاصل کرلی۔ یہی وہ ردائے مقدس ہے جو امام الناصر الدین بادشاہ وقت کے پاس اب تک موجود ہے اور اس کی برکات سے ناصر الدین اللہ کا عہد زریں ہے۔

صوفیائے کرام کے آداب

صوفیائے کرام کے کچھ مخصوص آداب ہیں جن کا یہ حضرات التزام رکھتے ہیں اور لوگ صحبتوں میں ان مخصوص آداب کی پابندی کو آدابِ معاشرت کہتے ہیں اگرچہ صوفیائے متقدمین نے ان آداب کی پابندی نہیں کی ہے لیکن انہوں نے ان آداب کو ناپسند نہیں سمجھا ہے۔ اور ان آداب پر انہوں نے عمل بھی کیا ہے۔ شریعت بھی ان امور کا انکار نہیں کرتی ہے اس اعتبار سے ان آداب کو اب ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، انہیں آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی صوفی پر سماع میں وجد کی کیفیت طاری ہو جائے اور حالت وجد میں اس کا خرقہ گر جائے یا وہ اپنا خرقہ قوال کی طرف پھینک دے تو اس وقت تمام حاضرین محفل ننگے سر ہو جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ یہ عمل میر محفل یا شیخ کی طرف سے سرزد ہو اور اگر ایسا فعل شیوخ کی موجودگی میں نوجوانوں سے سرزد ہو تو شیوخ مجلس پر ان نوجوانوں کی تقلید ضروری نہیں ہے ایسی صورت میں دیگر حاضرین مجلس بھی شیوخ محفل ہی اتباع کریں گے، محفل کے نوجوانوں کی اتباع ان کے لیے ضروری نہیں ہے جب سماع کے بعد وہ وجد سے حالت سکون میں آجائیں تو یہ خرقہ یا عمامہ قوال سے واپس لے لیا جائے گا اس وقت تمام حاضرین بھی اپنے اپنے عمامے سر پر رکھ لیں گے تاکہ شیخ کی موافقت مکمل ہو جائے۔

تقسیم خرقہ کے بارے میں دو رائیں

جب خرقہ قوال کی طرف پھینکا جاتا ہے تو قوال کا ہو جاتا ہے۔

بشرطیکہ صاحب حال نے اس کے عطا کرنیکا ارادہ کیا ہو اور اگر قوال کو عطا کرنیکا ارادہ نہیں تھا۔ تو ایسی صورت میں مشائخ کی دو رائیں ہیں۔ بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ وہ قوال کا ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے وجد کا اصل محرک قوال تھا اور خرقہ پھینکنے کا اصل محرک وہی ہوا ہے۔ (پس خرقہ اصل محرک یعنی قوال کا ہے) اور بعض حضرات کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ وجد کا اصل محرک قوال کا قول ہے۔ لیکن اس وجد میں تمام حاضرین محفل کی برکات بھی شامل ہیں ان سب کے نفوس کی برکات سے یہ وجد طاری ہوا اور نہ محض قوال کے اشعار یا قول سے وجد کی یہ کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ البتہ قوال کو بھی افراد محفل میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

ایک حدیث مبارک سے استناد

روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوم بدر میں فرمایا کہ۔ جو شخص ایسے مقام پر ٹھہرے۔ اس کے لئے یہ درجہ ہے اور جو شہید ہو جائے اس کے لئے اس قدر ثواب ہے اور جو ہو اس کے لئے اس قدر اجر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جلد جلد آگے بڑھ گئے اور ضعیف العمر اور سرداران لشکر اسلامی جھنڈوں کے قریب رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مند فرمایا۔ تو نوجوانوں نے یہ سن کر خواہش ظاہر کی۔ یہ فتح ان کے نام سے موسوم ہو اس وقت معمر حضرات نے عرض کیا کہ اے نوجوان ہم تمہاری پشت و پناہ تھے۔ لہٰذا اس مال غنیمت کو ہم سے الگ نہ رکھو اس میں ہمارا بھی حصہ ہے۔
اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وہ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیئے کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اس حکم خداوندی کے بعد آپ نے مال غنیمت تمام لوگوں میں حصہ مساوی تقسیم فرما دیا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر قوال جماعت صوفیہ کا ایک فرد ہے۔ تو اس کی حیثیت بھی ان ہی کے ایک فرد کی ہو گی اور اگر وہ کوئی غیر شخص ہے جماعت صوفیہ سے نہیں ہے تو پھر اس کو کچھ نہیں ہے۔ اور یہ خرقہ صرف درویشوں میں تقسیم ہو گا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ قوال اگر اُجرت اور معاوضہ پر بلایا گیا ہے تو اس کو خرقہ کے تبرکات سے کچھ نہیں ملے گا البتہ اگر وہ بطیب خاطر بغیر معاوضہ یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ تو اس کو بھی حصہ ملے گا۔ یہ تمام امور اس وقت کے ہیں۔ کہ وقت میں شیخ موجود نہ ہو۔ جو حکم دے اگر محفل میں ایسا شیخ موجود ہو جس کی بزرگی اور حکم کی اطاعت کرنا سب پر واجب ہو تو پھر جو کچھ وہ حکم دے گا۔ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ شیخ محترم اپنی رائے سے اس کا فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں حالات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ پس شیخ محفل اپنی صوابدید کے مطابق کام کرے گا۔ اور کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہو گا۔

خرقہ کے بدلہ رقم بھی دی جاسکتی ہے

اگر صاحب محفل یا مخلص شخص نے اس خرقہ کی رقم یا اس کا معاوضہ بصورت زر ادا کر دیا اور تمام حاضرین محفل اور قوال بھی اس معاوضہ پر رضامند ہیں اور اس وقت وہ شخص اپنا خرقہ واپس لے لیگا۔ ہاں اگر کسی شخص نے اپنا خرقہ عطا کرنے کی نیت سے یا ایثار کے طور پر قوال پر پھینکا ہے (اور اس خیال کے تحت اس نے اپنا خرقہ اُتارا تھا) تو اس صورت میں خرقہ قوال ہی کو دیا جائے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ حالت وجد میں ایک باخلوص درویش روحانی جذبے سے مغلوب ہو کر بے اختیاری میں اپنا خرقہ کو پھاڑ دیتا ہے۔ ایسے دریدہ خرقہ کو اگر کوئی شخص حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو ایسے موقع پر صوفیائے کرام اس خرقہ کو مزید ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور پھر ان ٹکڑوں کو تبرک کے طور پر تقسیم کر دیتے ہیں چونکہ وجد خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم کی ایک نشانی ہے اور خرقہ کا چاک کرنا اسی

وجد کا ایک اثر ہے اس طرح خرقہ فضل الٰہی سے متاثر ہوا پس یہ سب لوگوں کا حق ہے (کسی کو اس سے محروم نہیں رکھنا چاہیئے) جب اس انداز سے خرقہ سے حصہ ملے تو عزت و احترام کے لحاظ سے اس کو سر پر رکھنا چاہیئے کسی شاعر کا قول ہے۔

ارواح بخد تک ہیں معطر لباس سے وہ آج آ رہے ہیں کہ یوم وصال ہے شمش، معطر معطر، خراماں خراماں نسیم آ رہی ہے کہ وہ آ رہے ہیں۔ (جگر مرحوم)

سرور کونین رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ آپ بادلوں کا استقبال کرتے اور ان سے برکت حاصل فرمائے اور ارشاد فرماتے "یہ اپنے رب سے ابھی ہمکلام ہو کر آ رہے ہیں۔ اسی طرح دریدہ خرقہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقریب سے ایک تعلق رکھتا ہے پس دریدہ خرقہ کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ حاضرین میں تقسیم کر دیا جائے اور جو خرقہ دریدہ نہیں ہے۔ اس کے بارے میں شیخ محفل ہی کا فیصلہ اٹل ہے اگر وہ چاہے تو بعض درویشوں کے لیے اس کو مخصوص کر سکتا ہے۔ اور چاہے تو اس کو پارہ پارہ کر دے بہر حال کسی صورت میں اعتراض کا موقع نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اسراف اور فضول خرچی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت شدیدہ کے وقت ایک چھوٹا خرقہ بھی بڑے خرقہ کا فائدہ پہنچاتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے حریر کا لباس ہدیۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لسے قبول فرما کر مجھے عطا فرما دیا۔ میں اس کو پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جس چیز کو میں نے اپنی ذات کے کئے پسند نہیں کیں اس کو تمہارے لیئے کس طرح پسند کروں گا۔ پھر آپ

نے اس کے ٹکڑے کر کے خواتین کی اوڑھنیاں بنا دیں۔

اسی سلسلہ میں ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اس لباس حریر کرنے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اس کا کیا کروں کیا میں اس کو پہن لوں تو آپ نے فرمایا نہیں ۔ بلکہ فواطم (فاطمہ بنت اسد فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے لیے ان کی اوڑھنیاں بنا دو اس روایت میں ہے کہ یہ ہدیہ دو ہرا سِلا ہوا حریر کا لباس تھا۔ پس کپڑے کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دینا سُنت ہے۔

نیشا پور کی دعوت

نیشا پور میں کسی جگہ ایک دعوت میں بہت سے فقہا اور صوفیا جمع تھے کسی صاحب کا خرقہ گر پڑا اس مجلس میں شیخ الفقہا ابو محمد جیوینی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ استاذ ابوالقاسم قیشری بھی موجود تھے صوفیا نے حسبِ عادت اس خرقہ کو تقسیم کر دیا، اِس وقت شیخ الفقہا ابو محمد جیوینی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض فقہا کی طرف دیکھا اور چپکے سے کہا کہ یہ (تقسیم خرقہ) اسراف اور اتلافِ مال ہے، ان کی یہ بات استاذ ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سُن لی لیکن خاموش رہے جب لوگ خرقہ کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو آپ نے خادم کو بلایا اور کہا کہ دیکھو کوئی بوسیدہ دریدہ مصلے یہاں مل جائے تو لے آؤ، خادم اسطرح ایک مصلی لے آیا اس وقت آپ نے کپڑے کے کاروبار سے واقف ایک شخص کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم یہ مصلی زیادہ سے زیادہ کتنے میں خرید سکتے ہو تو اُس نے کہا کہ ایک دینار میں خرید سکتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا اگر یہ صرف ایک ٹکڑا ہوتا تب کتنے میں خریدتے، واقف کار نے کہا تب نصف دینار میں خریدتا، اس وقت آپ شیخ ابو فقہا ابو محمد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا! یہ مال کا اتلاف نہیں ہے ۔

پارہ پارہ خرقہ تمام حاضرین میں تقسیم کرنا چاہیئے خواہ وہ ہم مشرب ہوں یا نہ ہوں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ ان لوگوں کو (جو صوفی نہیں) صوفیائے کرام سے حسن ظن ہو۔

طارق بن شہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ اہل بصرہ نے نہاوند والوں سے محاربہ کیا، اہل کوفہ ان کو کمک کر رہے تھے، حضرت عمار بن یاسر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل کوفہ کے سردار تھے، اہل بصرہ نے کامیابی حاصل کی، کامیابی کے بعد اہل بصرہ نے مال غنیمت میں اہل کوفہ کو شامل کرنا نہیں چاہا، اس وقت بنی تمیم کے ایک شخص نے عمار بن یاسر سے اسطرح خطاب کیا کہ "اے سردار! کیا تم ہمارے مال غنیمت میں شریک ہونا چاہتے ہو" حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن اُنہوں نے (خلیفہ وقت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات لکھ بھیجی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکے جواب میں لکھا کہ مال غنیمت میں ہر اس شخص کا حصہ ہے جو جنگ میں شریک ہوئے

قوال کو خرقہ دیا جانیکا استدلال ایک حدیث سے

بعض مشائخ کی رائے ہے کہ خرقہ دریدہ تو حاضرین مجلس میں تقسیم کر دیا جائے لیکن جو غیر دریدہ ہو (حالت وجد میں جسے ..... پھاڑا نہ گیا ہو) وہ قوال کا حصہ ہے، اُسے دیا جائے اور ان حضرات نے اپنے اس قول کا استدلال حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "غزوہ حنین جب ختم ہوا اور ہم لوگ لڑائی سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جس نے کسی شخص کو قتل کیا ہے! مقتول کا ساز و سامان اُسی کو ملے گا یہ استدلال غیر دریدہ اور صحیح و سالم خرقہ کیلئے مناسب ہے لیکن خرقہ دریدہ کے ٹکڑوں کو حاضرین میں تقسیم کیا جائے، اگر تقسیم کے وقت باہر سے کوئی شخص بھی آگیا ہو تو اُسکو بھی خرقہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

ہم فتح خیبر کے تین روز کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہم کو بھی حصہ دیا، ورنہ ہمارے سوا اور جو کوئی اس فتح میں موجود نہیں تھا اسکو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا گیا تھا۔

حضرات صوفیاء میں بعض لوگ ذوقِ تصوف نہ رکھنے والوں کو پسند نہیں کرتے جیسے ایسا عابد مرتاض جو ذوقِ سماع سے بہرہ یاب نہیں ہے پس وہ انکار کر سکتا ہے، یا کوئی ایسا شخص آجائے جو سماع کا منکر نہیں لیکن دنیا دار ہے جو اس محفل، یا اپنی مدارت اور خاطر تواضع کا خواہاں ہے یا کوئی ایسا شخص جو زبردستی وجد کی حالت اپنے اوپر طاری کرے اور اپنے ایسے وجد سے لوگوں کی پریشانی کا باعث بنے تو ایسے تمام لوگوں کو یہ حضرات یعنی اربابِ تصوف پسند نہیں کرتے ہیں۔

شیخ ابوزرعہ طاہر چند واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ نزول وحی کے ساتھ حضرت جبرائیل تشریف لائے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کی اُمت کے فقراء آپکی اُمت کے دولت مندوں سے نصف یوم پہلے جنت میں داخل ہونگے اور یہ آدھا دن پانچسو برس کا ہوگا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ خوشخبری سن کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور آپ نے حاضرین سے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس وقت کچھ اشعار پڑھے، ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا! اچھا سناؤ! اس وقت اعرابی نے یہ اشعار پڑھے۔

ڈس لیا ایسے سانپ نے مجھکو! جس کا تریاق اور علاج نہیں

ہاں اگر ہے تو صرف یار کے پاس اسکا تریاق اور نہیں کہیں

"شمس"

یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور دوسرے اصحاب پر بھی وجد طاری ہو گیا، اسی وجد کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بالش مبارک ڈھلک گئے، پھر جب یہ کیفیت ختم ہوئی، تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا، اسوقت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھیل کتنا پیارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاویہ خاموش رہو! وہ شخص صاحب دل نہیں جو اپنے حبیب کا ذکر سننے اور حرکت میں نہ آئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ردائے مبارک کے سو ٹکڑے کئے اور حاضرین نے اُن کو تقسیم کر دیا۔ یہ حدیث ہم نے سند کے ساتھ پیش کر دی ہے جیسا کہ ہم نے سنا تھا لیکن اس کی صحت سے محدثین کرام نے اتفاق نہیں کیا (انہوں نے اس حدیث کو صحیح نہیں کہا ہے) اور ہم نے بھی ایسی کوئی حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منقول نہیں پائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وجد فرمانا اور آپ کی کسی ایسی محفل کا ذکر ہو جو عصر حاضر کے وجد اور محفل سماع سے مشابہ ہو، سوائے حدیث مذکورہ کے بہر حال اگر اس حدیث کو حدیث صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ صوفیہ حضرات کیلئے اور اس زمانے کی مجالس سماع اور خرقہ پارہ پارہ کر کے اسکو تقسیم کرنا کے سلسلہ میں ایک حجت اور دلیل ہے۔

خود میرے دل میں یہ دغدغہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ایسے اجتماعات، کا شوق و ذوق سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزاج مبارک اور طبع مقدس کے مطابق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قسم کی روش کو کبھی گوارا نہیں فرمایا، اسی لئے میرا دل اسکی صحت کا منکر ہے اور اسکو قبول نہیں کرتا۔ (واللہ اعلم بالصواب)